بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

جلد 70

ایڈیٹر منصور احمد

شمارہ 32

شرح چندہ: سالانہ 800 روپے

بیرونی ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک 50 پاؤنڈ یا 80 ڈالر امریکن یا 60 یورو

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

www.akhbarbadrqadian.in

2 محرم 1443 ہجری قمری • 12 ظہور 1400 ہجری شمسی • 12 اگست 2021ء

ارشاد باری تعالیٰ

اَفَلَا یَتُوۡبُوۡنَ اِلَی اللّٰہِ وَیَسۡتَغۡفِرُوۡنَہٗ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ○

(المائدہ:75)

ترجمہ: پس کیا وہ اللہ کی طرف توجہ کرتے ہوئے جھکتے نہیں اور اس سے بخشش طلب نہیں کرتے جبکہ اللہ بہت ہی بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اخبار احمدیہ

الحمدللہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔ حضور انور نے 6/اگست 2021 کو جلسہ گاہ حدیقۃ المھدی سے بصیرت افروز خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ الحمدللہ جلسہ سالانہ برطانیہ 6 تا 8 اگست 2021 منعقد ہو کر بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ حضور انور نے جلسہ سے چار بصیرت افروز خطابات فرمائے جو ایم.ٹی.اے کے ذریعہ پوری دُنیا میں لائیو دیکھا اور سنا گیا۔ اللہ تعالیٰ احباب جماعت کو حضور انور کی تمام نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور تائید و نصرت فرمائے۔ آمین۔

جو کوئی خدا تعالیٰ کے ساتھ سچے تعلقات پیدا کر لے وہ ان فیوض سے بہرہ ور ہو سکتا ہے جو پہلے راستبازوں کو دیئے گئے ہیں

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

سچے علوم کا سرچشمہ قرآن مجید ہے

اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے سچے علوم کا منبع اور سرچشمہ قرآنِ شریف اس امت کو دیا ہے۔ جو شخص ان حقائق و معارف کو پالیتا ہے جو قرآن شریف میں بیان کئے گئے ہیں اور جو حقیقی تقویٰ اور خشیت اللہ سے حاصل ہوتے ہیں، اسے وہ علم ملتا ہے جو اس کو انبیاء بنی اسرائیل کا مثیل بنا دیتا ہے۔ ہاں یہ بات بالکل سچ ہے کہ ایک شخص کو جو ہتھیار دیا گیا ہے اگر وہ اس سے کام نہ لے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے نہ کہ اس ہتھیار کا۔ اس وقت دنیا کی یہی حالت ہو رہی ہے۔ مسلمانوں نے باوجودیکہ قرآن شریف جیسی بے مثل نعمت ان کے پاس تھی جو ان کو ہر گمراہی سے نجات بخشتی اور ہر تاریکی سے نکالتی ہے، لیکن انہوں نے اس کو چھوڑ دیا اور اس کی پاک تعلیموں کی پرواہ نہیں کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اسلام سے بالکل دور جا پڑے ہیں۔ یہاں تک کہ اب اگر حقیقی اسلام ان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو چونکہ وہ اس سے بکلی بے خبر اور غافل ہیں، اس لئے حقیقی مومن کو بھی کافر کہہ دیتے ہیں۔

ولی بننے کیلئے خداداد قویٰ سے کام لو

بہت سے لوگ ہیں جو اوباشانہ اور عیاشانہ حالات زندگی رکھتے ہیں اور وہ دنیا کا فخر، دنیا کی عزت اور املاک و دولت چاہتے ہیں۔ اس قسم کی آرزوؤں اور تمناؤں اور ان کے پورا کرنے کی تدبیروں اور تجویزوں میں ہی اپنی عمر کھو بیٹھتے ہیں۔ ان کی آرزوؤں کی انتہا نہیں ہوتی کہ پیغامِ موت آ جاتا ہے۔ اب ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے قویٰ تو دیئے تھے۔ انہیں قویٰ سے اگر کام لیتے تو حق کو پالیتے۔ اللہ تعالیٰ نے تو بخل نہیں کیا، مگر انہوں نے قویٰ سے کام نہ لیا۔ یہ ان کی اپنی بدبختی ہے۔ نیک بخت اور مبارک ہے وہ شخص جو ان قویٰ سے کام لے۔ بہت سے آدمی ایسے بھی ہیں کہ جب ان کو کہا جاتا ہے کہ تم خدا تعالیٰ سے ڈرو اور اس کے اوامر کی پابندی کرو اور نواہی سے پرہیز کرو تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے کیا ولی بننا ہے؟ اس قسم کا کلمہ میرے نزدیک کفر ہے۔ خدا تعالیٰ پر بدگمانی ہے۔ خدا تعالیٰ کے حضور کیا کمی ہے۔ وہ کوئی سرکاری محدود نوکریاں تو نہیں ہیں جو ختم ہو جائیں بلکہ جو کوئی خدا تعالیٰ کے ساتھ سچے تعلقات پیدا کر لے وہ ان فیوض سے بہرہ ور ہو سکتا ہے جو پہلے راستبازوں کو دیئے گئے ہیں۔

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 318، مطبوعہ 2018 قادیان)

......☆......☆......☆......

صداقت کو قبول کرنے کیلئے کھانے پینے میں سادگی، دُنیا کی حرص سے اجتناب اور طول امل سے بچنا ضروری امور ہیں

اگر کوئی ان تین باتوں سے نہیں بچتا تو اسکا صداقت کی جستجو کرنا فضول امر ہے، اگر حق اس پر کھل جائے گا، تب بھی وہ اسکے قبول کرنے سے محروم رہے گا

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سورۃ الحجر آیت 4 ذَرۡہُمۡ یَاۡکُلُوۡا وَیَتَمَتَّعُوۡا وَیُلۡہِہِمُ الۡاَمَلُ فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اس آیت میں بتلایا ہے کہ یہ لوگ مختلف مسائل میں اسلام کی برتری تو تسلیم کرتے ہیں اور کریں گے مگر پھر بھی اسلام کی طرف قدم اُٹھانا نصیب نہ ہوگا۔ یورپ کے لوگ اسلامی مسائل کی برتری کو مانتے ہیں مگر اسلام لانے کیلئے طیار نہیں کیونکہ سوسائٹی کا سوال ہے۔

فرمایا وہ اپنے اکل و شرب کی وجہ سے اپنی تجارتوں اور صنعتوں کیوجہ سے اور اپنی بعید آرزوؤں کی وجہ سے مسلمان نہیں ہوتے۔ اس میں گویا پہلی آیت کے مفہوم پر جو سوال پیدا ہوتا تھا، اس کا جواب دیا گیا ہے یعنی جب وہ لوگ خواہش کرتے ہیں اور کرینگے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے تو وہ مسلمان ہوتے کیوں نہیں؟ فرمایا ان کی عیاشی دولت کی حرص اور طولِ امل ان کے راستہ میں روک بن رہے ہیں۔

اس آیت سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ صداقت کو قبول کرنے کیلئے کھانے پینے میں سادگی، دُنیا کی حرص سے اجتناب اور طول امل سے بچنا ضروری امور ہیں۔ جو شخص صداقت کا جویا ہو اس کیلئے ان سے بچنا ضروری ہے۔ اگر کوئی ان تین باتوں سے نہیں بچتا تو اس کا صداقت کی جستجو کرنا فضول امر ہے۔ اگر حق اس پر کھل بھی جائے گا تب بھی وہ اس کے قبول کرنے سے محروم رہے گا۔ یہ اشارہ بھی اس آیت میں ہے کہ کفّار لوگوں پر رعب جمانے کیلئے اپنے دسترخوان کو خوب وسیع کرتے۔ دولت کماتے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فتح پانے کیلئے دُور دُور کی تدابیر اختیار کرتے تھے جبکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب باتوں سے خالی تھے۔ مگر باوجود اسکے فرماتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی جیتیں گے اور کفّار کے دلوں میں آپؐ کی کامیابی دیکھ کر حسرت پیدا ہوگی۔

اس آیت سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ لَوۡ کَانُوۡا مُسۡلِمِیۡنَ کفّار کا عارضی جذبہ ہے ورنہ اصل میں وہ کھانے پینے اور دولت کمانے میں لگے ہوئے ہیں اور عارضی جذبات انسان کو نفع نہیں دیتے بلکہ مستقل جذبات فائدہ دیتے ہیں۔ مسلمانوں کا مستقل جذبہ مسلم ہونے کا ہے عارضی طور پر وہ کھاتے پیتے، دولت کماتے اور بعض تدابیر بھی آئندہ کیلئے کر لیتے ہیں۔ پس باوجود ان کاموں کے وہ ہدایت پا رہے ہیں جبکہ کافر ہدایت نہیں پاتے۔

(تفسیر کبیر، جلد 3، صفحہ 7، مطبوعہ 2010 قادیان)

......☆......☆......☆......

ارشاد نبوی ﷺ

صدقہ میں جلدی کی ترغیب

(1419) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! ثواب میں کونسا صدقہ بڑھ کر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ کہ تُو صدقہ کرے جب تُو تندرست ہو۔ مال حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہو اور بخیل ہو۔ محتاجی سے ڈرے اور مالدار ہونے کی امید رکھتا ہو اور اتنی دیر نہ کر کہ جان حلق میں آ پہنچے اور تُو کہے کہ فلاں کو اتنا دینا، فلاں کو اتنا دینا، حالانکہ وہ فلاں کا تو ہو ہی چکا ہے۔

لمبے ہاتھ سے مراد سخاوت

(1420) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج نے نبی ﷺ سے کہا: ہم میں سے کون سب سے جلدی آپؐ سے ملے گی؟ آپؐ نے فرمایا: جس کے ہاتھ زیادہ لمبے ہیں تو ایک لکڑی لے کر وہ اپنے اپنے ہاتھ ناپنے لگیں۔ حضرت سودہؓ کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا تھا۔ ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ ہاتھ کی لمبائی سے مراد تو صدقہ تھا اور ہم میں سے وہ زوجہ سب سے پہلے آنحضرت ﷺ سے ملیں جو صدقہ کو بہت پسند کرتی تھیں۔

(صحیح بخاری، جلد 3، کتاب الزکاۃ، مطبوعہ 2008 قادیان)

اس شمارہ میں

- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انعامی چیلنج (اداریہ)
- خطبہ جمعہ فرمودہ 23/جولائی 2021ء (مکمل متن)
- سیرت آنحضرت ﷺ (از سیرت خاتم النّبیین)
- سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (از سیرۃ المہدی)
- اہم سوالات کے جوابات : از حضور انور ایدہ اللہ
- اطفال الاحمدیہ آسٹریلیا کی حضور انور سے ورچوئل ملاقات
- نیشنل عاملہ کینیڈا کی حضور انور سے ورچوئل ملاقات
- افتتاحی خطاب حضور انور جلسہ سالانہ یوکے 2012
- خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بطرز سوال و جواب
- دعائے مغفرت و اعلان نکاح
- خلاصہ خطبہ جمعہ

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِنعامی چیلنج

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرٌّ مَا فِي الْعَالَمِ ۞ شَرَّ السُّمُوْمِ عَدَاوَةُ الصُّلَحَاءِ

اگر پادری فتح مسیح یا کوئی بھی عیسائی پادری یہ ثابت کردے کہ بہشتیوں کیلئے رُوحانی جزا کا ذکر انجیل میں قرآن مجید سے زیادہ ہے تو اُس کے لئے ایک ہزار روپے کا بھاری انعام

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ پُرشوکت انعامی چیلنج ہم آپ کی کتاب نُور القرآن نمبر 2 رُوحانی خزائن جلد 9 سے پیش کررہے ہیں۔ نُور القرآن نمبر 2 میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پادری فتح مسیح ساکن فتح گڑھ ضلع گورداسپور کے بعض انتہائی بے شرمی اور شرارت بھرے الزامات و اتہامات کا جواب دیا ہے جو اُس نے سرورِ کائنات فخر موجودات سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی ازواج مطہرات پر کئے اور اسی طرح اس کے بعض اُن اعتراضات کا بھی جواب دیا جو اُس نے اسلامی تعلیمات پر کئے تھے۔ اس شمارہ میں ہم فتح مسیح کے اسلامی تعلیم پر اعتراض کے جواب میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک اَور پُرشوکت انعامی چیلنج کا ذکر کریں گے۔ پادری فتح مسیح نے اسلامی تعلیمات پر جہاں بہت سارے اعتراضات کئے وہاں ایک اعتراض یہ بھی کیا کہ **بہشت کی تعلیم محض نفسانی ہے جس سے ایک خدا رسیدہ شخص کو کچھ تسلّی نہیں ہوسکتی**۔ اس سے اُس کی مُراد یہ ہے کہ جنت میں رُوحانی جزا کا ذکر نہیں صرف جسمانی جزا کا ذکر ہے جیسا کہ جگہ بہ جگہ قرآن مجید میں جنتیوں کے لئے مختلف نعماء کا ذکر آیا ہے جیسے دُودھ اور شہد کی نہریں، پاکیزہ اور لذت سے بھرپور مشروبات، اور ہر قسم کے پھل اور میوے جن کی جنتیوں کو چاہت ہوگی اور اسی طرح خوبصورت حوریں اور خدمت گاران وغیرہ۔ اس سے فتح مسیح نے اندازہ لگایا کہ مسلمانوں کی جنت صرف جسمانی لذت کی جگہ ہے رُوحانی لذت کے وہاں کوئی سامان نہیں ہونگے۔ فتح مسیح کا یہ اعتراض لاعلمی کی بنا پر ہے یا پھر ایک شرارت۔ حقیقت یہ ہے کہ جنت میں رُوحانی اور جسمانی دونوں لذت کے سامان ہونگے جس طرح دُنیا میں ہیں۔ جنت میں رُوح کو ایک جسم بھی دیا جائے گا لہٰذا جہاں جنت میں رُوحانی لذت کے سامان ہونگے وہاں جسم کی خوشی اور فرحت کے سامان بھی ہونگے۔ البتہ وہاں جو جسم ملے گا وہ عنصری جسم نہیں ہوگا اور جن نعماء کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے وہ سب تمثیلات تا کہ انسان کسی قدر اُن انعامات کا اندازہ کرسکے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے رکھے ہیں ورنہ جنت کی حقیقی نعماء کا علم کسی کو نہیں۔ قرآن مجید فرماتا ہے کہ :

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞

ترجمہ : اور (حقیقت یہ ہے کہ) کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان (مومنوں) کے لئے ان کے اعمال کے بدلہ کے طور پر کیا آنکھیں ٹھنڈی کرنے والی چیزیں چھپا کر رکھی گئی ہیں۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَاَتْ، وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ، قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاقْرَؤُا اِنْ شِئْتُمْ، فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا اُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ۔

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ تنزیل السجدہ فلا تعلم نفس ما اخفی) (بحوالہ حدیقۃ الصالحین مصنفہ محترم ملک سیف الرحمٰن صاحب حدیث نمبر 900)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بتایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی ایسی نعمتیں تیار کی ہوئی ہیں کہ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا بلکہ کسی انسان کے دل میں بھی ان کا خیال نہیں گزرا اس کی تصدیق کے لئے اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو : فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا اُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ : یعنی کوئی انسان آنکھ کو ٹھنڈک پہنچانے والی اُن نعمتوں کو نہیں جانتا جو نیک لوگوں کے لئے اس کے خزانۂ غیب میں مخفی ہیں۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پادری فتح مسیح کو یہ چیلنج دیا کہ اگر پادری فتح مسیح یا کوئی بھی عیسائی پادری یہ ثابت کردے کہ بہشتیوں کے لئے رُوحانی جزا کا ذکر انجیل میں قرآن مجید سے زیادہ ہے تو ہم اُسے ایک ہزار روپیہ نقد انعام دیں گے۔ پادری فتح مسیح کے اعتراض کا جواب اور اسی طرح سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پُرشوکت انعامی چیلنج کا ذکر ہم ذیل میں آپؑ ہی کے الفاظ میں کرتے ہیں۔

عیسائی خود تسلیم کرتے ہیں کہ سزا کیلئے روح اور جسم دونوں کو جہنم میں ڈالا جائیگا تو پھر انعام کے وقت جسم کو کیوں محروم رکھا جائے گا؟

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

واضح ہو کہ یہ بات نہایت بدیہی اور عند العقل مسلم اور قرین انصاف ہے کہ جیسا کہ انسان دُنیا میں ارتکاب جرائم یا کسب خیرات اور اعمال صالحہ کے وقت صرف روح سے ہی کوئی کام نہیں کرتا بلکہ روح اور جسم دونوں سے کرتا ہے ایسا ہی جزا اور سزا کا اثر بھی دونوں پر ہی ہونا چاہئے یعنی جان اور جسم دونوں کو اپنی اپنی حالت کے مناسب پاداش اخروی سے حصہ ملنا چاہئے لیکن عیسائی صاحبوں پر سخت تعجب ہے کہ سزا کی حالت میں تو اس اصول کو انہوں نے قبول کرلیا ہے اور وہ تسلیم کرتے ہیں کہ جن لوگوں نے بدکاریاں اور بے ایمانیاں کرکے خدا کو ناراض کیا ان کو جو سزا دی جائیگی وہ صرف روح تک محدود نہیں بلکہ روح اور جسم دونوں کو جہنم میں ڈالا جائیگا اور گندھک کی آگ سے جسم جلائے جائیں گے اور وہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا اور وہ پیاس سے جلیں گے اور ان کو پانی نہیں ملے گا اور جب حضرات عیسائیوں سے پوچھا جائے کہ جسم کیوں آگ میں جلایا جائے گا تو اس کا جواب دیتے ہیں کہ بھائی روح اور جسم دونوں مزدور کی طرح دنیا میں کام کرتے تھے پس جبکہ دونوں نے اپنے آقا کے کام میں مل کر خیانت کی تو وہ دونوں سزا کے لائق ٹھہرے۔ پس اَے اندھو اور خدا کے نوشتوں پر غور کرنے میں غافلو تمہیں تمہاری ہی بات سے ملزم کرتا ہوں کہ وہ خدا جس کا رحم اس کے غضب پر غالب ہے جب اس نے سزا دینے کے وقت جسم کو خالی نہ چھوڑا تو کیا ضرور نہ تھا کہ وہ جزا دینے کے وقت بھی اس اصول کو یاد رکھتا کیا لائق ہے کہ ہم اس رحیم خدا پر یہ بدگمانی کریں کہ وہ سزا دینے کے وقت تو ایسا غضبناک ہوگا کہ ہمارے جسموں کو بھی جلتے ہوئے تنور میں ڈالے گا لیکن جزا دینے کے وقت اس کا رحم اس درجہ پر نہیں ہوگا جس درجہ پر سزا کی حالت میں اس کا غضب ہوگا اگر جسم کو سزا سے الگ رکھتا تو بے شک جزا سے بھی اس کو الگ رکھتا مگر جبکہ اس نے سزا کے وقت جسم کو گناہ کا شریک سمجھ کر جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیا تو اے اندھو اور کوتاہ اندیشو! کیا وہ ایمان اور عمل صالح کی شراکت کے وقت جسم کو جزا سے حصہ نہیں دے گا۔ کیا جب مردے جی اٹھیں گے تو بہشتیوں کو عبث طور پر ہی جسم ملے گا۔

جیسا جسم سزا کی حالت میں دُکھ اٹھائے گا ویسا ہی وہ جزا کی حالت میں ایک قسم کی راحت سے بھی ضرور متمتع ہوگا

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں : اور یہ بھی بدیہی بات ہے کہ جب جسم اپنے تمام قویٰ کے ساتھ روح سے پیوند کیا جائے گا تو وہ جسمانی قویٰ یا راحت میں ہوں گے یا رنج میں کیونکہ دونوں حالتوں کا مرتفع ہونا محال ہے پس اس صورت میں ماننا پڑا کہ جیسا جسم سزا کی حالت میں دکھ اٹھائے گا ویسا ہی وہ جزا کی حالت میں ایک قسم کی راحت سے بھی ضرور متمتع ہوگا اور اسی راحت کی قرآن کریم میں تفصیل ہے۔

بہشت کی نعمتیں فوق الفہم ہیں ان کا حقیقی علم کسی کو نہیں دیا گیا

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

ہاں خدا تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ بہشت کی نعمتیں فوق الفہم ہیں تمہیں ان کا حقیقی علم نہیں دیا گیا اور تم وہ نعمتیں پاؤ گے جو اَب تم سے پوشیدہ ہیں جو نہ دنیا میں کسی نے دیکھیں اور نہ سنیں اور نہ دلوں میں گزریں وہ تمام مخفی امور ہیں اسی وقت سمجھ میں آئیں گی جب وارد ہوں گی جو کچھ قرآن اور حدیث میں وعدے ہیں وہ سب مثال کے طور پر بیان کیا ہے اور ساتھ اس کے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ وہ امور مخفی ہیں جن کی کسی کو اطلاع نہیں پس اگر وہ لذات اسی قدر ہوتیں جیسے اس دُنیا میں شربت یا شراب پینے کی لذت یا عورت کے جماع کی لذت ہوتی ہے تو خدا تعالیٰ یہ نہ کہتا کہ وہ ایسے امور ہیں کہ جو نہ کسی آنکھ نے دیکھے اور نہ کسی کان نے سنے اور نہ وہ کبھی کسی کے دل میں گزرے پس ہم مسلمان لوگ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ بہشت جو جسم اور رُوح کے لئے دار الجزا ہے وہ ایک ادھورا اور ناقص دار الجزا نہیں بلکہ اس میں جسم اور جان دونوں کو اپنی اپنی حالت کے موافق جزا ملے گی جیسا کہ جہنم میں اپنی اپنی حالت کے موافق دونوں کو سزا دی جائے گی اور اس کی اصل تفصیلات ہم خدا کے حوالے کرتے ہیں اور ایمان رکھتے ہیں کہ جزا سزا جسمانی روحانی دونوں طور پر ہوں گی اور یہی وہ عقیدہ ہے جو عقل اور انصاف کے موافق ہے۔

قرآن تو صاف کہتا ہے کہ انسان بہشت میں جسمانی روحانی دونوں قسم کی جزا پائیگا نعمتِ جسمانی بھی ملے گی اور دیدار الٰہی سے بھی لذت اٹھائیگا جو اعلیٰ لذت ہے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں : اور یہ نہایت شرارت اور خباثت اور حرام زدگی ہے کہ قرآن پر یہ طعن وارد کیا جائے کہ وہ صرف جسمانی بہشت کا وعدہ کرتا ہے۔ قرآن تو صاف کہتا ہے کہ ہر یک جو بہشت میں داخل ہوگا وہ جسمانی روحانی دونوں قسم کی جزا پائے گا اور جیسا کہ نعمت جسمانی اس کو ملے گی ایسا ہی وہ دیدار الٰہی سے لذت اٹھائے گا اور یہی اعلیٰ لذت بہشت میں ہے معارف کی لذت بھی ہوگی اور طرح طرح کے انوار کی لذت بھی ہوگی اور عبادت کی لذت بھی ہوگی مگر اس کے ساتھ جسم بھی اپنی سعادت تامہ کو پہنچے گا۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ جس قدر قرآن نے بہشتیوں کی روحانی جزا کی کیفیت لکھی ہے انجیل میں ہرگز نہیں۔ جس شخص کو شک ہو ہمارے مقابل پر آئے اور ہم سے سنے اور انجیل کی تعلیم سناوے اگر وہ غالب ہوا اور اس نے ثابت کیا کہ انجیل میں بہشتیوں کی روحانی جزا قرآن سے بڑھ کر لکھی ہے تو ہم حلفاً کہتے ہیں کہ اسی وقت ہزار روپیہ نقد اس کو دیا جائے گا۔ جس جگہ چاہے باضابطہ تحریر دے کر جمع کرالے۔

ایک ہزار روپے کا پُرشوکت انعامی چیلنج

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں : اَے اندھو! قرآن کے مقابل پر انجیل کچھ بھی چیز نہیں۔ کیوں تمہاری شامت آئی ہے۔ گھروں میں آرام کرکے بیٹھو اب تمہاری رسوائی کا وقت آگیا ہے کیا تم میں

باقی صفحہ نمبر 19 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

چودہ ہجری میں حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں مسلمانوں اور ایرانیوں کے درمیان

قادسیہ کے مقام پر ایک فیصلہ کن جنگ لڑی گئی جس کے نتیجہ میں ایرانی سلطنت مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفہ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

’’اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو نیکی سے مٹاتا ہے، اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان اطاعت کے سِوا اَور کوئی رشتہ نہیں ہے……

تم نے ایک مشکل اور سخت کام کا بیڑہ اٹھایا ہے پس اپنے نفس کو اور اپنے ساتھیوں کو نیکی کی عادت ڈالو اور اس کے ذریعہ فتح چاہو اور

یاد رکھو کہ ہر عادت ڈالنے کا ایک ذریعہ ہوتا ہے اور نیکی کی عادت ڈالنے کا ذریعہ صبر ہے‘‘ (حضرت عمرؓ)

جنگِ بُوَیب اور جنگِ قادسیہ میں پیش آمدہ واقعات کا تفصیلی بیان

جنگِ قادسیہ میں ایرانی فوج میں سے تیس ہزار زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی تا کہ کسی کو دوڑنے کا موقع نہ ملے

حضرت سعدؓ نے مسلمانوں کو سورۂ انفال پڑھنے کا حکم دیا، جب تلاوت کی گئی تو مسلمانوں نے سکینت محسوس کی

’’یہ عظیم الشان تغیر مسلمانوں میں کیوں پیدا ہوا؟ اسی لئے کہ قرآنی تعلیم نے ان کے اخلاق اور ان کی عادات میں ایک انقلاب پیدا کر دیا تھا

ان کی سفلی زندگی پر اس نے ایک موت طاری کر دی تھی اور انہیں بلند کردار اور اعلیٰ درجہ کے اخلاق کی سطح پر لا کر کھڑا کر دیا تھا۔‘‘ (حضرت مصلح موعودؓ)

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 23/جولائی 2021ء بمطابق 23/وفا 1400 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ- الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ- مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ- اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ-

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ- صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ-

آج کل ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کر رہے ہیں اور ان کے زمانے میں جو بعض جنگیں ہوئی تھیں ان کا ذکر ہو رہا تھا۔ اسی حوالے سے آج بھی بیان کروں گا۔ ایک جنگ جنگ بُوَیب کہلاتی ہے جو تیرہ ہجری میں اور بعض مؤرخین کے نزدیک یہ سولہ ہجری میں ہوئی۔ جِسر کے مقام پر یا جِسر کی جنگ میں جس کا پہلے گذشتہ خطبہ میں ذکر ہو چکا ہے، مسلمانوں کی شکست کے بعد حضرت مُثَنّٰی نے حضرت عمرؓ کو جنگ کے بارے میں اطلاع بھجوائی۔ حضرت عمرؓ نے قاصد کو فرمایا کہ اپنے اصحاب کے پاس واپس جاؤ اور ان کو کہو کہ اسلامی لشکر جہاں ہے وہیں ٹھہرا رہے۔ جلد ہی امداد آتی ہے۔

(الاخبار الطوال از ابوحنیفہ دینوری، صفحہ 166-167، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت 2001ء)

جِسر کی جنگ میں شکست سے حضرت عمرؓ کو سخت تکلیف پہنچی۔ آپؓ نے تمام عرب میں خطیب بھیجے جنہوں نے پُرجوش تقریروں سے سارے عرب میں جوش بھر دیا۔ عرب کے قبائل اس قومی معرکہ میں شامل ہونے کیلئے جوق در جوق آنا شروع ہو گئے۔ ان میں عیسائی قبائل بھی تھے۔ صرف مسلمان ہی نہیں تھے بلکہ عیسائی قبائل بھی تھے۔ حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کا ایک لشکر عراق روانہ کیا اور حضرت مُثَنّٰی نے بھی عراق کے سرحدی مقامات سے فوج اکٹھی کر لی۔ رستم کو جب اس کی خبر ملی تو اس نے مہران کے ہمراہ ایک لشکر مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے روانہ کیا۔ حِیرہ ایک مقام ہے، ایک شہر ہے جو کوفہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے اس کے قریب بُوَیب، یہ بویب جو ہے یہ کوفہ کے پاس ایک نہر ہے جو دریائے فرات سے نکلتی ہے۔ اس مقام پر دونوں حریف صف آرا ہوئے۔ یہ جنگ رمضان کے مہینہ میں لڑی گئی۔ اس مقام کے قریب ہی بعد میں کوفہ شہر آباد ہوا تھا۔ ایرانی جرنیل مہران نے کہا ہم دریا عبور کر کے آئیں یا تم آؤ گے؟ حضرت مُثَنّٰی نے کہا تم پار کر کے آؤ۔ پچھلی جنگ میں مسلمان دریا پار کر کے گئے تھے۔ اس دفعہ انہوں نے یہ حکمتِ عملی اختیار کی کہ ان کو، ایرانیوں کو کہا کہ تم آؤ۔ حضرت مُثَنّٰی نے اپنے لشکر کی تنظیم اور صف آرائی کی اور پھر ان کے الگ الگ حصوں پر تجربہ کار سردار مقرر کیے اور اپنے مشہور گھوڑے شموس نامی پر سوار ہو کر اسلامی لشکر کی صفوں کا چکر کاٹ کر معائنہ کیا اور ہر جھنڈے کے پاس ٹھہر کر جنگ کے بارے میں ہدایاتِ جنگ دیں اور ولولہ خیز الفاظ میں ان کے حوصلے بڑھاتے ہوئے یوں فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ آج عرب پر تمہاری وجہ سے داغ نہیں لگے گا۔ خدا کی قسم! مَیں اپنی ذات کیلئے آج وہی کچھ پسند کرتا ہوں جو تم میں سے عام آدمی کیلئے میری نظر میں پسندیدہ ہے یعنی مَیں اور تم برابر ہیں۔ اور سرفروشانِ اسلام نے پرجوش الفاظ سے اپنے محبوب قائد کی آواز پر پورے جوش سے لبیک کہا اور کیوں نہ کہتے جبکہ اس نے اپنے ہر قول و فعل میں ہمیشہ ہی ان سے نہایت منصفانہ سلوک روا رکھا تھا اور راحت و تکلیف دونوں میں ان کا ساتھ دیا تھا اور کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ ان کی کسی بات پر انگلی رکھ سکے۔

(تاریخ الطبری، جلد 2، صفحہ 372، دار الکتب العلمیة بیروت 2012ء) (مقالہ ’’تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ‘‘ از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب، صفحہ 23-24) (معجم البلدان، جلد 2، صفحہ 376) (معجم البلدان، جلد 1، صفحہ 607)

حضرت مُثَنّٰی نے لشکر کو ہدایت کی کہ میں تین تکبیریں کہوں گا۔ تم تیار اور مستعد ہو جانا اور چوتھی تکبیر سنتے ہی دشمن پر حملہ کر دینا۔ حضرت مُثَنّٰی نے پہلی مرتبہ نعرۂ تکبیر بلند کیا تو ایرانی فوج نے جلدی سے حملہ کر دیا۔ اس لیے مسلمانوں نے بھی جلدی کی اور پہلی تکبیر کے بعد ہی قبیلہ بنو عجل کے بعض افراد اپنی صفوں سے نکل کر مقابلہ کیلئے بڑھے۔ اس طرح صفوں میں خلل پیدا ہو گیا۔ حضرت مُثَنّٰی نے ایک شخص کو پیغام دے کر ان کی طرف بھیجا کہ پیغام یہ تھا کہ امیرِ لشکر سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ آج مسلمانوں کو رسوا نہ کرو۔ اس کے بعد وہ قبیلہ سنبھل گیا۔ پھر ایک شدید جنگ کے بعد ایرانیوں میں بھگدڑ پڑ گئی۔ اس جنگ میں ایرانیوں کے مقتولین کی تعداد ایک لاکھ بیان کی جاتی ہے۔ ایرانی لشکر کا سالار مہران بھی اس جنگ میں قتل ہوا۔ اس جنگ کو یَوْمُ الْاَعْشَار بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس جنگ میں سَو لوگ ایسے تھے جن میں سے ہر ایک نے دس دس آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ ایرانی لشکر شکست کھا کر پل کی طرف بھاگا تا کہ دریا عبور کر کے اپنے محفوظ علاقے میں چلا جائے لیکن حضرت مُثَنّٰی نے اپنا دستہ لے کر ان کا تعاقب کیا اور پل پار کرنے سے پہلے ہی ان کو گھیر لیا اور دریا کا پل توڑ کر بہت سے ایرانی فوجیوں کو قتل کر دیا۔ بعد میں حضرت مُثَنّٰی افسوس کا اظہار فرمایا کرتے تھے کہ میں نے شکست خوردہ لوگوں کا تعاقب کیوں کیا؟ مجھے یہ نہیں کرنا چاہئے تھا۔ آپ فرماتے کہ مجھ سے بڑی غلطی ہوئی ہے۔ میرے لیے زیبا نہیں کہ میں ان سے مقابلہ کروں جو مقابلے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ آئندہ میں کبھی ایسا نہیں کروں گا اور پھر آپ نے مسلمانوں کو نصیحت کی کہ اے مسلمانو! تم بھی کبھی ایسی حرکت نہ کرنا اور اس معاملہ میں میری پیروی نہ کرنا۔ اس معرکے میں یہ غلطی میرے سے ہو گئی کہ دوڑتے ہوؤں کا تعاقب کیا یہ نہیں ہونا چاہئے۔ اصل میں تو یہ اسلامی اخلاق ہیں۔ اس معرکے میں اسلامی لشکر کے بعض بڑے بڑے کردار مثلاً خالد بن ہلال اور مسعود بن حارثہ بھی شہید ہوئے تھے۔ حضرت مُثَنّٰی نے شہداء کا جنازہ پڑھایا اور فرمایا خدا کی قسم! میرے رنج و غم کو یہ بات ہلکا کرتی ہے کہ یہ لوگ اس جنگ میں شامل ہوئے اور انہوں نے جرأت اور بہادری سے کام لیا اور ثابت قدم رہے اور ان کو کسی قسم کی گھبراہٹ اور پریشانی نہیں ہوئی اور پھر یہ بات میرے غم کو ہلکا کرتی ہے کہ شہادت گناہوں کی معافی کیلئے کفّارہ بن جاتی ہے۔

اس جنگ کے ذکر میں مؤرخین ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے مسلمان خواتین کی ہمت و دلیری پر روشنی پڑتی ہے۔ میدانِ جنگ سے دور مقام قوادس پر اسلامی لشکر کی خواتین اور بچوں کا کیمپ تھا۔ لڑائی کے خاتمہ پر جب مسلمانوں کا ایک دستہ گھوڑے دوڑاتا ہوا کیمپ کے سامنے پہنچا تو مسلمان خواتین کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ یہ دشمن کی فوج ہے جو ہم پر حملہ کرنے آئی ہے۔ انہوں نے بڑی تیزی سے بچوں کو تو گھیرے میں لے لیا اور خود پتھر اور چوبیں لے کر مرنے مارنے پر تل گئیں۔ فوجی دستہ کے قریب پہنچنے پر ان کو یہ معلوم ہوا کہ یہ تو مسلمان ہیں تو اس پارٹی کے راہنما عمرو بن عبد المسیح نے بے ساختہ کہا کہ اللہ کے لشکر کی خواتین کو یہی زیبا ہے۔

معرکہ بُویب ختم ہو گیا مگر اپنے پیچھے گہرے نشانات اور گہرے اثرات چھوڑ گیا۔ ایران کی اسلامی مہم میں اس سے قبل کبھی اتنا جانی نقصان نہ ہوا تھا۔ اس معرکہ کا یہ اثر ہوا کہ عراق کے اکثر نواح میں مسلمانوں کے پاؤں مضبوط ہو گئے اور سوادِ عراق پر دجلہ تک ان کا قبضہ ہو گیا اور معمولی جھڑپوں کے بعد ارد گرد کے علاقوں پر بھی مسلمان ازسرِنو قابض ہو گئے جو پہلے چھوڑ گئے تھے اور ایرانی افواج نے اس میں خیریت دیکھی کہ پسپا ہو کر دجلہ کے دوسرے کنارے پر جا اتریں۔ اس فتح کے بعد مسلمان عراق کے مختلف علاقوں میں پھیل گئے۔

(تاریخ الطبری، جلد 2، صفحہ 373-374، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء) (ماخوذ از سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از الصلابی، صفحہ 361 تا 363، دار المعرفہ بیروت 2007ء) (ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی، صفحہ 82 تا 84، ادارہ اسلامیات 2004ء) (ماخوذ از الکامل فی التاریخ، جلد 2، صفحہ 288 تا 291، سنۃ 13ھ، ذکر وقعۃ البویب، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2006ء) (ماخوذ از تاریخ طبری مترجم، جلد دوم، حصہ دوم، صفحہ 237-238، 240-241، نفیس اکیڈیمی کراچی 2004ء) (مقالہ ’’تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ‘‘ از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب، صفحہ 28-29)

پھر جنگ قادسیہ ہوئی جو چودہ ہجری میں ہوئی۔ قادسیہ موجودہ عراق میں ایک مقام ہے اور کوفہ سے پینتالیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ چودہ ہجری میں حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں مسلمانوں اور ایرانیوں کے درمیان قادسیہ کے مقام پر ایک فیصلہ کن جنگ لڑی گئی جس کے نتیجہ میں ایرانی سلطنت مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئی۔ جب اہلِ فارس کو مسلمانوں کے کارناموں کا علم ہوا تو انہوں نے رستم اور فَیرُزان سے جو اُن کے دو سردار تھے کہا کہ تم دونوں آپس میں اختلاف کرتے رہے اور تم دونوں نے اہلِ فارس کو کمزور کر کے دشمن کے حوصلے بڑھا دیے ہیں۔ اب معاملہ اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اگر ہم یونہی رہتے ہیں تو ایران تباہ ہو جائے گا کیونکہ بغداد، سَابَاطُ جو مدائن کے قریب مقام ہے اور تِکْرِیت جو بغداد اور موصل کے درمیان بغداد سے تیس فرسخ یا نوے میل کے فاصلے پر ایک مشہور شہر ہے۔ اس کے بعد اب محض مدائن شہر ہی باقی بچا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر تم دونوں متفق نہ ہوئے تو پہلے ہم تم دونوں کو ہلاک کریں گے پھر خود ہلاک ہو کر سکون حاصل کر لیں گے یعنی پھر ہم جنگ خود ہی کریں گے۔ رستم اور فَیرُزان نے بُوران کو معزول کر کے یَزْدَجَرْد کو تخت پر بٹھا دیا جو اس وقت اکیس سال کا تھا۔ تمام قلعوں اور فوجی چھاؤنیوں کو مستحکم کر دیا گیا۔ حضرت مُثَنّٰی نے جب اہلِ فارس کی ان سرگرمیوں سے حضرت عمرؓ کو مطلع کیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں اہلِ عجم کے بادشاہوں کا مقابلہ عربوں کے امراء اور بادشاہوں سے کراؤں گا۔ چنانچہ ہر رئیس، صائب الرائے، معزز، خطیب اور شاعر کو مقابلے کیلئے روانہ کیا گیا نیز حضرت مُثَنّٰی کو حکم دیا کہ وہ عجمی علاقے سے نکل کر ان ساحلی علاقوں میں آ جائیں جو تمہاری اور ان کی حدود کے پاس ہیں۔ قبیلہ ربیعہ اور مُضَر کے لوگوں کو بھی ساتھ شامل کرنے کا حکم دیا۔

(ماخوذ از الکامل فی التاریخ، جلد 2، صفحہ 294 تا 295، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2006ء) (فرہنگ سیرت، صفحہ 229) (معجم البلدان، جلد 3، صفحہ 187) (معجم البلدان، جلد 2، صفحہ 45)

حضرت عمرؓ نے عرب میں چاروں طرف نقیب بھیجے اور سرداروں اور رؤساء کو مکہ میں جمع ہونے کیلئے فرمایا۔ چونکہ حج قریب آ چکا تھا تو حضرت عمرؓ حج کیلئے روانہ ہوئے۔ حج کے دوران عرب قبائل ہر طرف سے جمع ہو گئے۔ جب آپؓ حج سے واپس تشریف لائے تو مدینہ میں ایک بڑا لشکر جمع تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس لشکر کی کمان خود سنبھالی اور حضرت علیؓ کو مدینہ میں امیر مقرر کر کے روانہ ہوئے اور صِرار میں پڑاؤ ڈالا۔ (صِرار مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک چشمہ ہے) کہتے ہیں کہ ابھی حضرت عمرؓ کا خود محاذِ جنگ پر جانے کا معین فیصلہ نہیں ہوا تھا۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی، صفحہ 85 تا 86، ادارہ اسلامیات 2004ء) (فرہنگ سیرت، صفحہ 172)

لشکر لے کے روانہ تو ہو گئے تھے لیکن فیصلہ نہیں کیا تھا کہ خود جائیں گے یا آگے جا کے کسی اَور کو کمانڈر بنا کے روانہ کریں گے۔ بہرحال تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے مشورہ کیا۔ سب نے آپؓ کو فارس جانے کا مشورہ دیا۔ انہوں نے کہا سارے لشکر کو اپنی کمان میں ہی لے کر جائیں۔ صِرار آنے تک حضرت عمرؓ نے کسی سے مشورہ نہیں کیا تھا لیکن حضرت عبدالرحمٰنؓ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے آپؓ کو جانے سے روکا۔ باقیوں نے تو کہا کہ ضرور لشکر لے کے جائیں لیکن حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا نہیں۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا کہ آج سے پہلے مَیں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سِوا کسی پر اپنے ماں باپ کو قربان نہیں کیا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی ایسا کروں گا مگر آج میں کہتا ہوں کہ اے وہ کہ جس پر میرے ماں باپ فدا ہوں! اس معاملہ کا آخری فیصلہ آپؓ مجھ پر چھوڑ دیں۔ حضرت عمرؓ کو انہوں نے کہا اور پھر انہوں نے حضرت عمرؓ کو مشورہ دیا کہ آپؓ صِرار مقام پر ہی رک جائیں اور ایک بڑے لشکر کو یہاں سے روانہ فرما دیں۔ پھر انہوں نے حضرت عمرؓ کو کہا کہ شروع سے لے کر اب تک آپؓ دیکھ چکے ہیں کہ آپؓ کے لشکروں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا کیا فیصلہ رہا ہے۔ اگر آپؓ کی فوج نے شکست کھائی تو وہ آپؓ کی شکست کی مانند نہ ہوگی۔ اگر ابتدا میں آپؓ شہید ہو گئے یا شکست کھا گئے تو مجھے اندیشہ ہے کہ پھر کبھی مسلمان نہ تکبیر پڑھ سکیں گے اور نہ ہی لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دے سکیں گے۔ چیدہ اور برگزیدہ اہل الرائے اصحاب کی مجلس شوریٰ کے بعد حضرت عمرؓ نے ایک عام جلسہ منعقد کیا۔ جب ان کو حضرت عبدالرحمٰنؓ کا یہ مشورہ مل گیا تو پھر اس کے بعد چیدہ لوگوں سے مشورہ کیا اور اس کے بعد ایک جلسہ عام منعقد کیا جس میں تقریر کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اسلام پر جمع کر دیا ہے اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی الفت پیدا کر دی ہے اور اسلام نے سب کو بھائی بھائی بنا دیا ہے اور مسلمانوں کی باہمی حالت جسم کی طرح ہے کہ ایک حصہ کو تکلیف ہو تو دوسرا بھی اس کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا مسلمانوں کیلئے ضروری ہے کہ ان کے معاملات باہمی مشورے سے فیصل ہوا کریں۔ خصوصاً ان میں سے سمجھدار لوگوں کا مشورہ لے لیا جایا کرے اور لوگوں کیلئے ضروری ہے کہ جس امر پہ متفق اور راضی ہو جائیں اس کی پیروی اور اطاعت کریں اور امیر کیلئے ضروری ہے کہ وہ لوگوں میں سے اہل الرائے کے مشورے کو منظور کرے اور لوگوں کے متعلق اُن کی جو رائے ہو اور جنگوں کے متعلق جو اُن کی تدبیر ہو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے لوگو! میں تمہاری طرح ایک فرد بن کر تمہارے ساتھ ہونا چاہتا تھا، جنگ میں شامل ہونا چاہتا تھا مگر تمہارے اہل الرائے اشخاص نے مجھے اس سے روکا ہے۔ اس لیے اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں نہ جاؤں اور کسی اَور شخص کو بھیج دوں۔

(تاریخ الطبری، جلد 2، صفحہ 381، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء) (مقالہ ’’تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ‘‘ از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب، صفحہ 35 تا 37)

اس وقت حضرت عمرؓ کسی شخص کی تلاش میں تھے۔ اسی دوران ان کی خدمت میں حضرت سعدؓ کا خط آیا۔ حضرت سعدؓ اس وقت نجد کے صدقات پر مامور تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے کوئی آدمی بتاؤ جس کو کمانڈر بنایا جائے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا کہ آدمی تو آپ کو مل گیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا وہ کون ہے؟ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا کہ کچھار کا شیر سعد بن مالکؓ یعنی سعد بن ابی وقاصؓ۔ باقی لوگوں نے بھی اس مشورے کی تائید کی۔ (تاریخ الطبری، جلد 2، صفحہ 382، باب ذکر امر القادسیۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1987ء)

تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو امیر مقرر فرما کر نصیحت فرمائی کہ اے سعد! تم کو یہ گمان نہ ہو کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماموں اور صحابی کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو نیکی سے مٹاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان اطاعت کے سِوا اَور کوئی رشتہ نہیں ہے۔ روانگی کے وقت حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو یہ نصیحت فرمائی اور آپؓ نے فرمایا میری نصیحت کو یاد رکھنا۔ ایک اَور نصیحت یہ فرمائی کہ تم نے ایک مشکل اور سخت کام کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ پس اپنے نفس کو اور اپنے ساتھیوں کو نیکی کی عادت ڈالو اور اس کے ذریعہ فتح چاہو اور یاد رکھو کہ ہر عادت ڈالنے کا ایک ذریعہ ہوتا ہے اور نیکی کی عادت ڈالنے کا ذریعہ صبر ہے۔ صبر کرو گے تو نیکی کی عادت پڑے گی۔ پس ہر مصیبت جو تمہیں پہنچے اور تکلیف جو تم پر آئے اس پر صبر کرو۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا خوف تمہیں حاصل ہوگا۔

(تاریخ طبری مترجم، جلد دوم، حصہ دوم، صفحہ 253-254، نفیس اکیڈیمی کراچی 2004ء)

پھر آپؓ نے فرمایا: اپنے ساتھی مسلمانوں کو لے کر شَرَاف سے ایران کی طرف مارچ کرو۔ شَرَاف نجد میں پانی کا ایک چشمہ ہے۔ اس مقام سے آپ نے کہا کہ یہاں سے فوج اکٹھی ہوئی ہے اور یہاں سے شروع کر دو۔ اللہ تعالیٰ پر توکّل کرو اور اپنے تمام امور میں اسی سے مدد چاہو اور یاد رکھو کہ تم اس قوم کے مقابلہ کیلئے جا رہے ہو جن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ساز و سامان بڑی کثرت سے ہے۔ جنگی طاقت نہایت مضبوط ہے اور ایسے علاقے کے مقابلے کیلئے جا رہے ہو جو جنگی لحاظ سے سخت اور محفوظ ہے اور گو اپنی زرخیزی اور سیرابی کے باعث عمدہ علاقہ ہے اور دیکھو! ان کے دھوکے میں نہ آ جانا کیونکہ وہ چالاک اور دھوکا دینے والے لوگ ہیں اور جب تم قادسیہ پہنچو تو تم لوگ پہاڑی علاقے کے آخری کنارے اور میدانی علاقے کے شروع کنارے پر ہو گے۔ پس تم اس جگہ پر ہی مقیم رہنا اور یہاں سے نہ ہٹنا، جگہ بھی بتا دی کہ وہیں رہنا۔ جب دشمن کو تمہارے آنے کا علم ہوگا تو وہ مشتعل ہوں گے اور اپنے تمام رسالوں اور پیادہ فوجوں اور پوری قوت کے ساتھ تم پر حملہ آور ہوں گے۔ اس صورت میں اگر تم دشمن کے سامنے پوری ثابت قدمی سے جمے رہو گے اور تمہیں دشمن سے لڑائی میں ثواب کی خواہش ہوگی اور تمہاری نیت ٹھیک ہوگی تو مجھے امید ہے کہ تمہیں ان پر غلبہ حاصل ہوگا اور پھر وہ کبھی اس طرح جمع ہو کر تمہارا مقابلہ نہ کر سکیں گے اور اگر ہوئے بھی تو ان کے قلوب ان کے ساتھ نہ ہوں گے۔ ڈرے ہوئے دلوں کے ساتھ مقابلہ کریں گے۔ اور اگر کوئی دوسری صورت پیدا ہو گئی تو تم ایرانی علاقے کے قریب ترین میدانوں سے ہٹ کر یعنی اگر پیچھے ہٹنے کی صورت پیدا ہوتی ہے، شکست کی صورت پیدا ہوتی ہے تو قریب ترین میدانوں سے ہٹ کر اپنے علاقے کے قریب ترین پہاڑوں میں آ جاؤ گے۔ اس کے نتیجہ میں تمہیں اپنے علاقے میں زیادہ جرأت ہوگی اور اس علاقے سے تم زیادہ واقف ہو گے اور ایرانی تمہارے علاقے میں خوفزدہ ہوں گے اور انہیں اس علاقے سے ناواقفیت بھی

ہوگی یہاں تک کہ خدا تعالیٰ دوبارہ ان کے خلاف تمہاری فتح کا موقع پیدا کرے۔ آپ کو یہ یقین تھا کہ فتح تو ہونی ہے اگر عارضی طور پر کوئی ایسے حالات پیدا بھی ہو جاتے ہیں تب بھی آخری فتح تمہاری ہے۔ غرض اس لشکر کی تمام نقل و حرکت حضرت عمرؓ کے مدینہ سے آنے والے تفصیلی احکام کے مطابق ہو رہی تھی۔ چنانچہ طبری نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے شَرَاف سے لشکر کی روانگی کی تاریخ بھی مقرر فرما دی تھی اور یہ بھی ہدایت کی کہ قادسیہ پہنچ کر لشکر کا قیام عُذَیبُ الْھُجَانَات اور عُذَیبُ الْقَوَادِس کے مقامات کے درمیان ہو اور یہاں پر لشکر کو شرقاً غرباً پھیلا دیا جائے۔ عذیب قادسیہ اور مُغِیثَۃ کے رستہ میں پانی کا ایک گھاٹ ہے جو قادسیہ سے چار میل کے فاصلے پر اور مُغِیثَۃ سے بتیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ حضرت عمرؓ کے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے نام خط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں دو عُذَیب تھے۔ یہ بھی تاریخ سے پتہ لگتا ہے۔

(تاریخ الطبری، جلد2، صفحہ 386-387، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء) (مقالہ ''تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ'' از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب، صفحہ 48 تا 50) (معجم البلدان، جلد 3، صفحہ 131) (معجم البلدان، جلد3، صفحہ 304)

حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو چار ہزار مجاہدین کے ساتھ ایران کی طرف بھیجا۔ بعد میں دو ہزار یمنی، دو ہزار نجدی بھی جا ملے۔ راستہ میں بنو اسد کے تین ہزار افراد اور اَشْعَث بن قَیس کِندی ایک ہزار سات سو یمنی سپاہیوں کے ساتھ شامل ہوئے۔ مسلمانوں کے پاس یا پہلے بھی لشکر تھا اور اس لشکر کی تعداد آہستہ آہستہ پھر وہاں تیس ہزار سے زائد ہو گئی۔ اس فوج کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس میں ننانوے ایسے صحابی تھے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ بدر میں شامل ہو چکے تھے۔ طبری نے ان کی تعداد ستر سے زائد بیان کی ہے۔ تین سو دس سے زائد وہ تھے جنہیں ابتدائے اسلام سے لے کر بیعت رضوان تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ تین سو ایسے اصحاب تھے جو فتح مکہ میں شامل تھے۔ سات سو ایسے تھے جو خود صحابی نہ تھے لیکن صحابہ کی اولاد ہونے کا فخر انہیں حاصل تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے شَرَاف پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ مُثَنّٰی آٹھ ہزار آدمیوں کے ساتھ مقام ذُوْ قَارْ جو کوفہ کے قریب پانی کا ایک گھاٹ ہے اس پر مسلمانوں کی کمک کا انتظار کر رہے تھے کہ اسی اثنا میں ان کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے بشیر بن خَصَاصِیَّہ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ (ماخوذ از الکامل فی التاریخ، جلد2، صفحہ 299-302، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2006ء) (معجم البلدان، جلد4، صفحہ 333)

مُثَنّٰی تو وہاں فوت ہو گئے۔ شَرَاف پہنچ کر حضرت سعد نے حضرت عمرؓ کو لشکر کے قیام کے مفصل حالات بھجوائے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے لشکر کی ترتیب خود مقرر فرمائی اور خط میں تحریر فرمایا کہ تمام لشکر کو دس دس مجاہدین کے احزاب میں تقسیم کر کے ان پر ایک ایک نگران مقرر کر دو اور ان دستوں پر ایک بڑا افسر مقرر کر دینا۔ پھر ان کی تعداد کا حساب کر کے ان کو قادسیہ کی طرف روانہ کر دینا۔ اپنی کمان میں مُغِیرہ بن شعبہ کے دستہ کو رکھنا۔ حضرت عمرؓ نے سعد کو یہ ہدایت فرمائی کہ مُغِیرہ بن شعبہ کو، اس کے دستہ کو اپنی کمان میں رکھنا۔ اس کے بعد کے حالات کی تفصیل مجھے روانہ کرنا اور پھر جو روز کی development ہو گی یا جو حالات پیدا ہوں گے مجھے بتاتے رہنا۔ حضرت سعدؓ نے ان ہدایات کے مطابق لشکر کی ترتیب لگائی اور حضرت عمرؓ کو مفصل حالات لکھے۔ ہر دس آدمیوں پر نگران مقرر کرنا اسی نظام کے تحت تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں رائج تھا۔

(تاریخ الطبری، جلد4، صفحہ 115-116، دارالفکر 2002ء)

ایک اَور خط میں حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو تحریر فرمایا کہ اپنے دل کو نصیحت کرتے رہو اور اپنی فوج کو وعظ و نصیحت کرتے رہو۔ صبر اختیار کرو۔ صبر اختیار کرو کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بدلہ نیت کے مطابق ملتا ہے۔ جو ذمہ داری تمہارے سپرد ہے اور جو کام تم کرنے جا رہے ہو اس میں پوری احتیاط سے کام کرو۔ خوب احتیاط سے کام کرو۔ خدا سے عافیت چاہو اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کثرت سے پڑھا کرو۔ مجھے تحریر کرو کہ تمہارا لشکر کہاں تک پہنچ گیا ہے اور تمہارے مقابلے میں دشمن کا سپہ سالار کون مقرر کیا گیا ہے کیونکہ بعض ہدایات جو میں تحریر کرنا چاہتا تھا صرف اس وجہ سے تحریر نہیں کر سکا کہ مجھے تمہارے اور تمہارے دشمن کے بعض کوائف کا پوری طرح علم نہیں۔ سارے کوائف بھیجو۔ پھر میں تمہیں مزید ہدایات دوں گا۔ پس مسلمانوں کے لشکر کی منازل میرے پاس بہ تفصیل لکھ بھیجو اور اس علاقے کی کیفیت جو تمہارے درمیان اور ایرانی دارالحکومت مدائن کے درمیان ہے اس طرح لکھ بھیجو کہ گویا مجھے آنکھوں سے نظر آ جائے یعنی پوری باریکی سے ساری تفصیل لکھو اور اپنی تمام کیفیت مجھے وضاحت سے تحریر کرو اور خدا تعالیٰ سے ڈرو اور اس سے امید رکھو اور اپنے کام کے سلسلہ میں اسی پر توکّل کرو اور اس بات سے ڈرتے رہو کہ خدا تمہیں ہٹا کر کوئی اور قوم یہ کام سرانجام دینے کیلئے لے آئے۔

(تاریخ الطبری، جلد2، صفحہ 387، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء) (مقالہ ''تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ'' از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب، صفحہ 50-51)

یعنی ہمیشہ خدا کا تمہیں خوف رہنا چاہئے۔ یہ نہیں کہ تمہارا کوئی ٹھیکیدار بنا دیا۔ اگر تم نے یہ ذمہ داری نہ سنبھالی تو خدا تعالیٰ تمہیں اس کام سے ہٹا دے گا اور کوئی اس کام کو سرانجام دینے کیلئے لے آئے گا اور یہ کام تو بہرحال ہونا ہے۔

قادسیہ پہنچ کر حضرت سعدؓ نے حضرت عمرؓ کو اپنے لشکر کے قیام اور حدود اربعہ کے متعلق مفصل لکھ کر بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے جواب تحریر فرمایا کہ اپنی جگہ پر مقیم رہو یہاں تک کہ دشمن خود حملہ آور ہو اور اگر دشمن کو شکست ہو گئی تو مدائن تک پیش قدمی کرنا۔ (تاریخ الطبری، جلد4، صفحہ 117-118، دارالفکر 2002ء)

حضرت سعدؓ کے ضمن میں یہ بیان ہو چکا ہے لیکن یہاں حضرت عمرؓ کے حوالے سے بھی بیان کرنا ضروری ہے کہ حضرت سعدؓ نے دربارِ خلافت کی ہدایت کے مطابق قادسیہ میں ایک ماہ قیام کیا۔ تاہم ایرانیوں میں سے کوئی بھی ان کے مقابلے کیلئے نہ آیا۔ اس پر اس علاقے کے لوگوں نے ایران کے بادشاہ یَزْدَجَرْد کے نام خط لکھا کہ اہلِ عرب کچھ عرصہ سے قادسیہ میں مقیم ہیں اور آپ لوگوں نے ان کے مقابلے کیلئے کچھ نہیں کیا۔ انہوں نے فرات تک کا علاقہ برباد کر دیا ہے، مویشی وغیرہ لوٹ لیے ہیں۔ اگر مدد نہ آئی تو ہم سب کچھ ان کے حوالے کر دیں گے۔ اس خط کے بعد یَزْدَجَرْد نے رستم کو بلایا اور وہ حیلے بہانوں سے جنگ میں شرکت سے گریز کرتا رہا۔ رستم بچتا رہا اور اپنی جگہ جالینوس کو فوج کا سپہ سالار مقرر کرنے کا مشورہ دیا مگر بادشاہ کے سامنے رستم کی ایک نہ چلی اور اسے لشکر کو ساتھ لے کر جانا پڑا۔

حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو لکھا کہ رستم کے پاس دعوت اسلام دینے کیلئے تم ایسے لوگوں کو بھیجو جو وجیہ، عقل مند اور بہادر ہوں۔ یونہی جنگ نہیں کر دینی۔ دشمن کو بھی دعوت اسلام دینی ہے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس دعوت کو ان کی توہین اور ہماری کامیابی کا ذریعہ بنائے گا۔ تم روزانہ مجھے خط لکھتے رہو۔ اسکے بعد حضرت سعدؓ نے چودہ نامور اشخاص کو منتخب کر کے دربارِ ایران میں سفیر بنا کر بھیجا تاکہ وہ شاہِ ایران یَزْدَجَرْد کو دعوت اسلام دیں۔ مسلمان گھوڑوں پر سوار تھے۔ ان مسلمانوں پر چادریں تھیں اور ان کے ہاتھوں میں کوڑے تھے۔ سب سے پہلے حضرت نعمان بن مُقَرِّن نے بادشاہ سے بات کی۔ پھر مُغِیرہ بن زُرَارَہ نے۔ مُغِیرہ نے بادشاہ سے یہ کہا کہ تمہارے ساتھ یا تو جنگ ہو گی یا پھر تمہیں جزیہ دینا ہو گا۔ اب تمہارے اختیار میں ہے کہ ہماری ماتحتی تسلیم کرتے ہوئے جزیہ دو یا پھر جنگ کیلئے تیار رہو۔ تاہم ایک تیسری بات بھی ہے۔ اگر اسلام قبول کر لو گے تو ہر چیز سے اپنے آپ کو محفوظ کر لو گے۔ اس پر یَزْدَجَرْد نے کہا کہ اگر قاصدوں کو قتل کرنا ممنوع نہ ہوتا تو مَیں تم سب کو قتل کر دیتا۔ میرے پاس تمہارے لیے کچھ نہیں ہے۔ دوڑ جاؤ یہاں سے۔ پھر اس نے مٹی کا ایک ٹوکرا منگوا کر کہا کہ میری طرف سے یہ لے جاؤ اور اس نے حکم دیا کہ ان قاصدوں کو مدائن کے دروازے سے باہر نکال دو۔ عاصم بن عمرو نے وہ مٹی لی اور جا کر حضرت سعدؓ کو دیتے ہوئے کہا کہ خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس ملک کی چابیاں عطا کر دی ہیں۔ اس واقعہ کے بعد کئی مہینے تک دونوں طرف سکوت رہا۔ رستم اپنی فوج کے ساتھ سَابَاطْ میں پڑا رہا اور یَزْدَجَرْد کی تاکید کے باوجود جنگ سے جی چراتا رہا۔ یَزْدَجَرْد کو بار بار لوگوں نے کہا کہ ہماری حفاظت کریں ورنہ ہم اہلِ عرب کے مطیع ہو جائیں گے۔ اس پر مجبور ہو کر رستم کو مقابلے کیلئے بڑھنا پڑا اور ایرانی فوجیں سَابَاط سے نکل کر قادسیہ کے میدان میں خیمہ زن ہوئیں۔ رستم جب سَابَاط سے نکلا تو اس کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی اور اس کے ہمراہ تینتیس ہاتھی تھے۔ رستم نے مدائن سے قَادِسِیَّہ پہنچنے تک چار ماہ کا عرصہ لگایا۔ رستم نے قادسیہ میں پڑاؤ ڈالنے کے بعد اگلی صبح اسلامی لشکر کا جائزہ لیا اور مسلمانوں کو واپس جانے اور صلح کی پیش کش کی۔ رستم نے مسلمانوں کو کہا صلح کر لو اور واپس چلے جاؤ جس کا جواب مسلمانوں کی طرف سے یہ دیا گیا کہ ہم دنیا طلبی کے لیے نہیں آئے بلکہ ہمارا مقصد آخرت ہے۔ رستم نے مطالبہ کیا کہ اس کے دربار میں مسلمانوں کی طرف سے ایلچی مذاکرات کیلئے آئیں۔ رستم کے دربار میں عمدہ اور قیمتی قالین بچھائے گئے اور مکمل آرائش و زیبائش کا انتظام کیا گیا۔ رستم کیلئے سونے کا تخت بچھایا گیا اور اس پر قالین بچھا کر اور سونے کے دھاگوں سے تیار کردہ تکیے لگا کر خوب مزین کیا گیا۔ مسلمانوں کی جانب سے سب سے پہلے حضرت رِبْعِیّ بن عامرؓ گئے۔ وہ رستم کی طرف اس حال میں

ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَخۡبَتُوۡۤا اِلٰی رَبِّہِمۡ ۙ
اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ (سورۃ الھود:24)

یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور وہ اپنے ربّ کی طرف جھکے
یہی وہ لوگ ہیں جو اہلِ جنت ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

طالب دُعا: نور الہدیٰ، جماعت احمدیہ سملیہ (جھارکھنڈ)

ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ کُلُوۡا مِمَّا فِی الۡاَرۡضِ حَلٰلًا طَیِّبًا
وَّ لَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّیۡطٰنِ ؕ اِنَّہٗ لَکُمۡ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ (سورۃ البقرہ:169)

اے لوگو! اُس میں سے حلال اور طیّب کھاؤ جو زمین میں ہے
اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو۔ یقیناً وہ تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے۔

طالب دعا: صبیحہ کوثر، جماعت احمدیہ بھونیشور (اڈیشہ)

گئے کہ اپنے نیزے کا سہارا لیتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے رہے جس سے نیزے کی نوک سے قالین اور گدے پھٹتے چلے جاتے تھے۔ وہ رستم کے پاس پہنچے اور نیچے بیٹھ کر اپنا نیزہ قالین میں گاڑ دیا۔ حضرت رِبعیؓ نے تین باتیں رستم کے سامنے رکھیں کہ (۱) آپ لوگ اسلام لے آئیں ہم آپ کا پیچھا چھوڑ دیں گے اور آپ کے ملک سے بھی ہمیں کوئی سروکار نہیں ہوگا۔ پھر ٹھیک ہے ملک کو سنبھالو۔ (۲) ہمیں جزیہ دیں جسے قبول کر کے ہم آپ کی حفاظت کریں گے۔ جزیہ دے دو تو پھر ہم تمہاری حفاظت بھی کریں گے۔ (۳) اگر کوئی بھی صورت منظور نہ ہو تو پھر چوتھے دن آپ سے لڑائی ہوگی۔ ان تین دنوں میں ہماری طرف سے جنگ کی ابتدا نہیں ہوگی۔ لیکن یہ بھی ہے کہ چوتھے دن لڑائی تو ہوگی لیکن ان تین دنوں میں ہماری طرف سے جنگ کی ابتدا نہیں ہوگی۔ لیکن اگر آپ لوگوں نے جنگ شروع کر دی تو پھر ہم لڑنے پر مجبور ہوں گے۔ اگلے روز حضرت سعدؓ نے حُذَیفہ بن مِحْصَن کو بھجوایا۔ انہوں نے بھی حضرت رِبعیؓ والی تینوں باتیں دہرائیں۔ تیسرے روز حضرت مُغیرہ بن شعبہؓ گئے۔ جب انہوں نے اپنی گفتگو کے آخر میں اپنے پہلے دونوں ساتھیوں کی مانند اسلام، جزیہ اور قتال کا ذکر کیا تو رستم نے کہا تب ضرور تم لوگ مرو گے۔ اس پر حضرت مُغیرہؓ نے کہا جو ہم میں سے قتل ہوگا وہ جنت میں جائے گا اور جو تم میں سے قتل ہوگا وہ جہنم میں جائے گا اور جو ہم میں سے زندہ رہیں گے وہ تم لوگوں پر کامیاب رہیں گے۔ حضرت مغیرہؓ کی بات سن کر رستم نے سخت برہم ہو کر قسم کھا کر کہا کہ آفتاب کی قسم! کل ابھی دن مکمل نکلنے بھی نہ پائے گا کہ ہم اس سے قبل ہی تم سب کو تہِ تیغ کر دیں گے۔

حضرت مُغیرہؓ کے بعد بھی چند سمجھدار مسلمانوں کو حضرت سعدؓ نے رستم کے دربار میں بھیجا جن کی شام کو واپسی ہوئی۔ حضرت سعدؓ نے مسلمانوں کو مورچہ بند ہونے کا حکم دیا اور ایرانیوں کی طرف پیغام بھجوایا کہ دریا عبور کرنا تمہارا کام ہے۔ پل پر مسلمانوں کا قبضہ تھا اس لیے ایرانیوں کو دوسری جگہ ساری رات دریائے عتیق پر پل بنانا پڑا۔ رستم نے پل عبور کرتے وقت کہا کہ کل ہم مسلمانوں کو پیس کر رکھ دیں گے۔ آگے سے ایک شخص نے کہا۔ اسکے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا کہ اگر اللہ چاہے تو۔ شاید اس کو اللہ پر بھی یقین تھا۔ اس پر رستم نے کہا! اگر اللہ نہ بھی چاہے (نعوذ باللہ) تب بھی ہم پیس دیں گے۔ مسلمان اپنی صف بندی مکمل کر چکے تھے اور حضرت سعدؓ کے جسم میں پھوڑے نکل آئے۔ اس دوران ان کو بیماری ہوگئی، پھوڑا نکل آیا اور وہ عِرقُ النّسا یعنی شیاٹیکا کی بیماری کے باعث بیٹھ بھی نہیں سکتے تھے۔ وہ سینے کے بل لیٹے رہتے تھے۔ ان کے سینے کے نیچے تکیہ رکھا ہوتا تھا جس کے سہارے وہ محل کی چھت سے یا درخت کے اوپر جو مچان بنائی تھی اس کے اوپر سے لشکر کی طرف دیکھتے رہتے۔ حضرت سعدؓ نے خالد بن عَرفطہ کو اپنا نائب مقرر کیا۔ حضرت سعدؓ نے مسلمانوں سے خطاب کیا اور انہیں جہاد کی ترغیب دی اور اللہ کی فتح کا وعدہ یاد دلایا۔

اہلِ فارس کی افواج دریائے عتیق کے کنارے تھیں۔ یہ دریائے عتیق بھی ایک دریا ہے جو فرات سے نکلتا ہے اور مسلمانوں کی افواج قُدَیس کی دیوار اور خندق کے ساتھ تھیں۔ قُدَیس قادسیہ کے نزدیک ایک احاطہ ہے جو دریائے عتیق سے ایک میل کے فاصلے پر تھا۔ ایرانی فوج میں سے تیس ہزار زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی یعنی آپس میں انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ زنجیریں باندھی ہوئی تھیں تا کہ کسی کو دوڑنے کا موقع نہ ملے۔ حضرت سعدؓ نے مسلمانوں کو سورۂ انفال پڑھنے کا حکم دیا۔ جب تلاوت کی گئی تو مسلمانوں نے سکینت محسوس کی۔ نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد مسلمانوں اور اہل فارس کے درمیان لڑائی کا آغاز ہوا۔ انہوں نے مسلمانوں کو کافی نقصان پہنچایا۔ قبیلہ بنوتمیم کے ماہر تیراندازوں کو بلا کر حضرت عاصمؓ نے کہا کہ اپنے تیروں کے ذریعہ ان ہاتھیوں پر بیٹھے سواروں پر حملہ کرو اور بہادر سپاہیوں سے کہا کہ ہاتھیوں کی پشت پر جا کر ان کے ہودجوں کے بندھ کاٹ ڈالو۔ چنانچہ کوئی ہاتھی ایسا نہ بچا جس کے اوپر سے اس کا سامان اور سوار باقی بچا ہو۔ سورج غروب ہونے کے بعد تک لڑائی جاری رہی۔ پہلے روز قبیلہ بنواسد کے پانچ سو مسلمان شہید ہوئے۔ اس دن کو یوم اَرْمَاث کہا جاتا ہے۔ دوسرے روز صبح ہوئی تو حضرت سعدؓ نے سب شہداء کو دفنایا اور زخمیوں کو عورتوں کے سپرد کیا تا کہ وہ ان کی دیکھ بھال کریں۔ اسی دوران ملک شام سے مسلمانوں کو کمک موصول ہوئی۔

حضرت ہاشم بن عُتبہ بن ابی وقاصؓ اس کمک کے امیر تھے۔ اسکے اگلے حصہ پر حضرت قَعقاع بن عمروؓ امیر تھے۔ قَعقاع بہت جلد سفر طے کر کے اغواث کی صبح عراق کے لشکر میں پہنچ گئے۔ قَعقاع نے یہ ہوشیاری کی کہ اپنے ہراول دستوں کو دس دس سپاہیوں کے گروپوں میں تقسیم کر دیا تھا جو ایک دوسرے سے کچھ فاصلہ پر حرکت کر رہے تھے اور باری باری اسلامی لشکر سے یہ دس دس کے دستے ملتے جاتے تھے۔ ہر دستہ کے آنے پر نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوتا اور یوں معلوم ہوتا کہ اسلامی لشکر کو مسلسل کمک مل رہی ہے۔ خود حضرت قَعقاع پہلے حصہ میں پہنچے۔ جاتے ہی مسلمانوں کو سلام کیا اور لشکر کی آمد کی خوشخبری سنائی اور کہا اے لوگو! تم وہ کرو جو میں کر رہا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے اور مُبارزت طلب کی۔ یہ سن کر بُہمَن جاذُوَیہ مقابلہ کیلئے نکلا۔ دونوں میں مقابلہ ہوا اور حضرت قَعقاعؓ نے اسے قتل کر دیا۔ مسلمان بُہمَن جاذُوَیہ کے قتل اور مسلمانوں کے امدادی لشکر کی وجہ سے بہت خوش تھے۔ حضرت قَعقاعؓ کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ کا ایک قول ہے کہ وہ لشکر ناقابل شکست ہوتا ہے جہاں ان جیسے شخص موجود ہوں۔

اس دن ایرانی اپنے ہاتھیوں کے ذریعہ جنگ نہ کر سکے کیونکہ ان کے ہودج گذشتہ روز ٹوٹ گئے تھے۔ اس لیے وہ صبح سے ان کی درستگی میں مشغول تھے اور مسلمانوں نے یہ ترکیب اختیار کی کہ اپنے اونٹوں کو جھول پہنا دیے جس کے باعث اونٹ اوجھل ہو گئے۔ ان کے اوپر کپڑے ڈال دیے ان کے جسم اور گردنیں سب چھپ گئیں اور یوں معلوم ہوتا تھا گویا ہاتھی ہیں۔ یہ اونٹ جہاں جاتے ایرانیوں کے گھوڑے اس طرح بدکنے شروع کر دیتے جیسے گذشتہ روز مسلمانوں کے گھوڑے بدکتے رہے تھے۔ صبح سے لے کر دوپہر تک فریقین کے گھڑ سوار مقابلہ کرتے رہے۔ جب دن آدھے سے زیادہ گزر گیا تو عمومی جنگ شروع ہوئی جو آدھی رات تک جاری رہی۔ یہ دوسرا دن یوم اَغْوَاث کہلاتا ہے اور یہ دن مسلمانوں کے نام رہا یعنی اس میں مسلمانوں کو کامیابی ملی۔ تیسرے دن کی صبح ہوئی تو دونوں لشکر اپنے اپنے مورچوں میں تھے۔ اس روز خون ریز جنگ ہوئی۔ مسلمان شہداء کی تعداد دو ہزار تھی اور ایرانی فوج کے دس ہزار سپاہی قتل ہوئے۔ مسلمان اپنے مقتولین کو دفن کرتے رہے اور زخمیوں کو علاج کے لیے عورتوں کے سپرد کرتے رہے جبکہ ایرانیوں کے مقتولین کی لاشیں اسی طرح میدان میں پڑی رہیں۔ اس رات ایرانی اپنے ہاتھیوں کے ہودج وغیرہ درست کرتے رہے۔ پیدل فوج ہاتھیوں کی حفاظت کیلئے ساتھ تھی تاہم آج کے روز وہ ہاتھی اتنی تباہی نہ پھیلا سکے جتنی انہوں نے پہلے دن پھیلائی تھی۔ حضرت سعدؓ نے حضرت قَعقاعؓ اور حضرت عاصمؓ کی طرف پیغام بھیجا کہ ایرانیوں کے سفید ہاتھی سے میرا پیچھا چھڑاؤ۔ چنانچہ حضرت قَعقاعؓ اور حضرت عاصمؓ نے حملہ کر کے اس کی دونوں آنکھوں میں نیزے گھونپے جس سے ہاتھی نے بدحواس ہو کر اپنے سوار کو نیچے گرا دیا۔ اس کی سونڈ کاٹ دی گئی اور پھر تیروں کے حملے کر کے اسے نیچے گرنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد دوسرے مسلمانوں نے ایک اور ہاتھی کی آنکھوں میں نیزے مارے۔ کبھی وہ بھاگ کر مسلمانوں کے لشکر میں آتا تو وہ اس کو نیزے کی نوک چبھوتے اور کبھی ایرانیوں کے لشکر میں جاتا تو وہ اس کو نیزے چبھوتے۔ بالآخر وہ ہاتھی جسے اُجْرَب کہتے تھے دریائے عتیق کی طرف بھاگا اور اس کی دیکھا دیکھی دیگر ہاتھی بھی اس کے پیچھے دریا میں کود گئے اور وہ اپنے سواروں سمیت ہلاک ہو گئے۔ دن ڈھلنے تک یہ لڑائی جاری رہی۔ اسے یوم عَمَاس کہتے ہیں۔

عشاء کی نماز کے بعد دوبارہ گھمسان کا رَن پڑا۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت تلواروں کی آوازیں یوں سنائی دے رہی تھیں جیسے لوہاروں کی دکانوں میں لوہا کاٹا جا رہا ہو۔ ساری رات حضرت سعدؓ بھی جاگتے رہے اور اللہ کے حضور دعا میں مشغول رہے۔ عرب وعجم نے اس رات جیسا واقعہ کبھی مشاہدہ نہیں کیا تھا۔ صبح ہوئی تو مسلمانوں کا جوش وجذبہ برقرار تھا اور وہ غالب رہے۔ اس رات کے بعد آنے والی صبح تمام لوگوں پر تھکن کی کیفیت تھی کیونکہ پوری رات وہ جاگتے رہے تھے۔ اس رات کو لَیْلَۃُ الْھَرِیْر کہتے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ رات مسلمانوں نے آپس میں گفتگو نہ کی بلکہ صرف سرگوشیاں ہی کرتے رہے۔ ھَرِیْر کا مطلب بھی یہی لکھا ہے کہ جب تیر چلایا جاتا ہے تو جس طرح ہلکی سی آواز کمان میں سے نکلتی ہے یا چکی چلنے کی ہلکی سی آواز آ رہی ہو۔ طبری میں بھی لَیْلَۃُ الْھَرِیْر کی وجہ تسمیہ یہی لکھی ہے کہ مسلمان اس رات آغازِ شب سے لے کر صبح تک نہایت بہادری کے ساتھ جنگ کرتے رہے۔ وہ زور سے نہیں بول رہے تھے بلکہ وہ آہستہ آہستہ سے گفتگو کرتے تھے۔ اس وجہ سے اس رات کا نام لَیْلَۃُ الْھَرِیْر مشہور ہو گیا۔ بہرحال چوتھی صبح پھر دوپہر تک لڑائی جاری رہی اور ایرانی پسپائی اختیار کرتے رہے۔ اس کے بعد رستم پر حملہ کیا گیا تو وہ دریائے عتیق کی طرف بھاگ نکلا۔ جب اس نے دریا میں چھلانگ لگائی تو ہلال نامی مسلمان نے اسے پکڑ لیا اور گھسیٹ کر خشکی پر لے آیا اور اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد وہ مسلمان جس نے رستم کو قتل کیا تھا اعلان کرنے لگا کہ میں نے رستم کو قتل کر دیا ہے۔ میری طرف آؤ۔ مسلمانوں نے ہر طرف سے اس کو گھیر لیا اور زور سے نعرہ تکبیر لگایا۔ رستم کے قتل کی خبر سے اہل فارس شکست کھا کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل بھی کیا اور ایک بڑی تعداد کو قیدی بھی بنایا۔ اس دن کو یوم قادِسیّہ کہا جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ روزانہ صبح ہوتے ہی میدان سے باہر آنے والے سواروں سے جنگ قادِسیہ کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔ جب جنگ کی بشارت لانے والے قاصد نے بتایا کہ اللہ نے مشرکوں کو شکست دی ہے تو

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اپنے گھروں میں کثرت سے تلاوتِ قرآن کریم کیا کرو، یقیناً وہ گھر جس میں قرآن نہ پڑھا جاتا ہو اس میں خیر کم اور شر زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ گھر اپنے رہنے والوں کیلئے تنگ پڑ جاتا ہے

(کنز العمال)

طالب دعا : اے شمس العالم (جماعت احمدیہ میلا پالم، صوبہ تامل ناڈو)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایمان یہ ہے کہ تو اللہ اور اس کے فرشتوں پر اور اسکی کتابوں پر اور اسکے رسولوں پر اور یوم آخرت یعنی جزا سزا کے دن پر ایمان لائے اور اسکے علاوہ تو خدا کی تقدیر خیر وشر پر بھی ایمان لائے

(صحیح مسلم)

طالب دُعا: نصیر احمد، جماعت احمدیہ بنگلور (کرناٹک)

حضرت عمرؓ اس وقت دوڑتے جارہے تھے اور معلومات لیتے جارہے تھے جبکہ وہ قاصد اپنی اونٹنی پر سوار تھا اور وہ حضرت عمرؓ کو پہچانتا بھی نہ تھا۔ جب وہ قاصد مدینہ میں داخل ہوا اور لوگ حضرت عمرؓ کو امیر المومنین کہہ رہے تھے اور سلام کر رہے تھے تو قاصد نے حضرت عمرؓ سے عرض کی کہ آپؓ نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ آپ امیر المومنین ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے میرے بھائی! کوئی بات نہیں۔

بہرحال فتح کی اطلاع کے بعد حضرت عمرؓ نے مجمع میں فتح کی خبر پڑھ کر سنائی اور اس کے بعد ایک پُراثر تقریر کی۔ آپؓ نے حکم بھیجا کہ لشکر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہے اور فوج کی دوبارہ تنظیم و ترتیب کی جائے اور دوسرے قابلِ اصلاح امور کی طرف توجہ دی جائے۔ حضرت سعدؓ نے دربارِ خلافت سے راہنمائی لی تھی کہ قادسیہ کی جنگ میں بہت سے لوگ ایرانیوں کی طرف سے ایسے بھی تھے جو اس سے قبل مسلمانوں سے صلح کر چکے تھے اور ان میں بعض تو اس امر کے ایسے مدعی تھے کہ ایرانی حکومت نے ان کے خلافِ مرضی، جبراً انہیں اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا۔ اپنی مرضی سے نہیں آئے تھے بلکہ مجبور ہو کے آئے تھے اور بہت سے لوگوں کا یہ دعویٰ صحیح بھی تھا۔ بہت سے لوگ جنگ کے باعث اس علاقے کو چھوڑ کر دشمن کے علاقے کی طرف چلے گئے تھے اور واپس آرہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان امور کے فیصلے کیلئے مدینہ میں مجلس شوریٰ منعقد کی اور بعد از فیصلہ یہ ہدایت بھیجی کہ جن لوگوں سے مسلمانوں کے معاہدات تھے اور انہوں نے اپنے معاہدات پورے کیے اور اپنے علاقے میں مقیم رہے، دشمن کی طرف نہیں گئے ان کے معاہدات کا پوری وفاداری سے احترام کیا جائے گا۔ جن لوگوں سے مسلمانوں کے معاہدات نہیں تھے مگر وہ اپنے علاقے میں رہے اور دشمن کی طرف جا کر تمہارے خلاف صف آرا نہیں ہوئے تو ان سے بھی وہی سلوک کیا جائے جو ان لوگوں سے کیا جارہا ہے جن سے معاہدات ہیں۔ جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ایرانی حکومت نے جبراً ان کو لشکر میں شامل کر لیا تھا اور ان کا دعویٰ سچا نظر آتا ہے تو ان سے بھی مسلمانوں کے سلوک میں کوئی کمی نہیں کی جائے۔ ان کو بھی کچھ نہ کہا جائے اور جو لوگ اس امر کے جھوٹے مدعی ہیں کہ ان پر جبر کیا گیا بلکہ وہ خود اپنی مرضی سے دشمن کے ساتھ مل کر تمہارے خلاف سرگرم کار رہے تو ان کا پہلا معاہدہ تو منسوخ ہو گیا کیونکہ انہوں نے دشمن کا ساتھ دیا ہے۔ اب یا تو ان سے دوبارہ مصالحت کی جائے یا انہیں ان کی امن کی جگہ پر پہنچا دیا جائے یعنی پھر ان کو معاہدہ کر کے وہاں سے نکال دیا جائے اور جہاں وہ جانا چاہتے ہیں امن سے رہنے کیلئے چلے جائیں اور جن لوگوں سے معاہدات نہیں اور وہ اس علاقے کو چھوڑ کر دشمن کی طرف چلے گئے اور تمہارے خلاف جنگ آزما ہوئے ان کے متعلق اگر تم مناسب سمجھو تو انہیں بھی بلا لو اور وہ جزیہ ادا کر دیں اور تمہارے علاقے میں رہیں۔ نرمی کا سلوک جتنا ہو سکتا ہے کرنا ہے اور تم مناسب سمجھو تو انہیں نہ بلاؤ اور وہ بدستور تمہارے خلاف برسرِپیکار رہیں اور تم ان کے خلاف لڑائی جاری رکھو۔ اگر وہ پھر لڑائی کرتے رہتے ہیں تو پھر ٹھیک ہے، پھر تمہیں بھی لڑائی کا حق ہے لیکن اگر وہ باوجود دشمن کے ساتھ ملنے کے باز آجاتے ہیں تو پھر ان کو چھوڑ دو۔

یہ احکام مفید ثابت ہوئے اور نواح کے لوگ واپس آکر اپنی زمینوں پر آباد ہو گئے اور یہ وسعت حوصلہ کی ایک عمدہ مثال ہے۔ کتنی وسعتِ حوصلہ ہے کہ مسلمانوں نے ان لوگوں کو بھی اپنی زمین آباد کرنے کیلئے بلا لیا جو ایک نہایت نازک وقت میں اپنے معاہدات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے دشمن سے جا ملے تھے۔ گو مدینہ کی مجلسِ مشاورت نے انہیں اس امر کی اجازت دے دی تھی کہ چاہے ایسے ایرانیوں کو واپس بلا لیں چاہے نہ بلائیں اور ان کی اراضی آپس میں تقسیم کر لیں۔ مسلمانوں میں اراضی تقسیم کر دیں۔ مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ اس خطرے کے وقت میں بدعہدی کرنے والوں کو واپس بلایا گیا تو ان کی اراضی پر عام اراضی کی نسبت زیادہ ٹیکس لگایا گیا تھا۔ صرف یہ ایک شرط تھی کہ ٹھیک ہے تم نے بدعہدی کی ہے۔ واپس آجاؤ اپنی زمینیں آباد کرو لیکن جو ٹیکس زمین کا ہے وہ تمہیں دوسروں کی نسبت زیادہ دینا پڑے گا لیکن بہرحال زمینوں کے مالک بے شک بنے رہو۔ عراق کی فتوحات کے سلسلہ میں اس جنگ کو فیصلہ کن حیثیت حاصل ہے۔ مسلمان مجاہدین نے شدید مخالف حالات کا نہایت ثابت قدمی سے مردانہ وار مقابلہ کیا اور مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ دربار خلافت سے جب لوگوں کے لیے گزارے مقرر ہوئے تو اس ضمن میں قادسیہ میں شرکت بھی ایک وجہ امتیاز سمجھی گئی۔ حضرت عمرؓ نے قادسیہ میں شریک لوگوں کے زیادہ وظیفے مقرر کیے۔

(مقالہ ''تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ'' از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب، صفحہ 91 تا 95) (ماخوذ از الکامل فی التاریخ، جلد 2، صفحہ 301 تا 333، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2006ء) (ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی، صفحہ 84 تا 89، ادارہ اسلامیات 2004ء) (تاریخ الطبری، جلد 2، صفحہ 435-436، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء) (ماخوذ از تاریخ طبری مترجم، جلد دوم حصہ دوم، صفحہ 263، 310، 325، نفیس اکیڈیمی کراچی 2004ء) (معجم البلدان، جلد 4، صفحہ 94، 356) (معجم البلدان، جلد اول، صفحہ 267)

حضرت مصلح موعودؓ نے جنگ قادسیہ کا ذکر کرتے ہوئے جو فرمایا ہے اس میں سے کچھ حصہ بیان کرتا ہوں۔

''حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب خسرو پرویز کے پوتے یَزْدَجَرْد کی تخت نشینی کے بعد عراق میں مسلمانوں کے خلاف وسیع پیمانہ پر جنگی تیاریاں شروع ہو گئیں تو حضرت عمرؓ نے ان کے مقابلہ کیلئے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ کیا۔ حضرت سعدؓ نے جنگ کیلئے قادسیہ کا میدان منتخب کیا اور حضرت عمرؓ کو اس مقام کا نقشہ بھجوا دیا۔ حضرت عمرؓ نے اس مقام کو بہت پسند کیا مگر ساتھ ہی لکھا کہ پیشتر اس کے کہ شاہِ ایران کے ساتھ جنگ کی جائے تمہارا فرض ہے کہ ایک نمائندہ وفد شاہِ ایران کے پاس بھیجو اور اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دو۔ چنانچہ انہوں نے اس حکم کے ملنے پر ایک وفد یزدجرد کی ملاقات کیلئے بھجوا دیا۔ جب یہ وفد شاہِ ایران کے دربار میں پہنچا تو شاہِ ایران نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ان لوگوں سے پوچھو کہ یہ کیوں آئے ہیں اور انہوں نے ہمارے ملک میں کیوں فساد برپا کر رکھا ہے۔ جب اس نے یہ سوال کیا تو وفد کے رئیس حضرت نعمان بن مُقَرِّنؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ آپؐ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اسلام کو پھیلائیں اور دنیا کے تمام لوگوں کو دین حق میں شامل ہونے کی دعوت دیں۔ اس حکم کے مطابق ہم آپ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے ہیں اور آپ کو اسلام میں شمولیت کی دعوت دیتے ہیں۔ یَزْدَجَرْد اس جواب سے بہت برہم ہوا اور کہنے لگا کہ تم ایک وحشی اور مُردار خور قوم ہو۔ تمہیں اگر بھوک اور افلاس نے اس حملہ کیلئے مجبور کیا ہے تو میں تم سب کو اس قدر کھانے پینے کا سامان دینے کیلئے تیار ہوں کہ تم اطمینان کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر سکو۔ اسی طرح تمہیں پہننے کیلئے لباس بھی دونگا۔ تم یہ چیزیں لو اور اپنے ملک کو واپس چلے جاؤ۔ تم ہم سے جنگ کر کے اپنی جانوں کو کیوں ضائع کرنا چاہتے ہو۔ جب وہ بات ختم کر چکا تو اسلامی وفد کی طرف سے حضرت مُغِیرہ بن زُرَارَہؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا۔ آپ نے ہمارے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے یہ بالکل درست ہے۔ ہم واقعہ میں ایک وحشی اور مُردار خور قوم تھے۔ سانپ اور بچھو اور ٹڈیاں اور چھپکلیاں تک کھا جاتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل کیا اور اس نے اپنا رسولؐ ہماری ہدایت کیلئے بھیجا۔ ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے اس کی باتوں پر عمل کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب ہم میں ایک انقلاب پیدا ہو چکا ہے۔ اور اب ہم میں وہ خرابیاں موجود نہیں جن کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ اب ہم کسی لالچ میں آنے کیلئے تیار نہیں۔ ہماری آپ سے جنگ شروع ہو چکی ہے۔ اب اس کا فیصلہ میدانِ جنگ میں ہی ہوگا۔'' اگر آپ کو یہی منظور ہے کہ دعوت نہیں مانتے اور ہمارے ساتھ جنگ کرنا چاہتے ہیں تو پھر ٹھیک ہے ہم بھی جنگ کریں گے۔ ''دنیوی مال و متاع کا لالچ ہمیں اپنے ارادہ سے باز نہیں رکھ سکتا۔ یَزْدَجَرْد نے یہ بات سنی تو اسے سخت غصہ آیا اور اس نے ایک نوکر سے کہا کہ جاؤ اور مٹی کا ایک بورا لے آؤ۔ مٹی کا بورا آیا تو اس نے اسلامی وفد کے سردار کو آگے بلایا اور کہا کہ چونکہ تم نے میری پیشکش کو ٹھکرا دیا ہے۔ اس لئے اب اس مٹی کے بورے کے سِوا تمہیں اَور کچھ نہیں مل سکتا۔ وہ صحابیؓ نہایت سنجیدگی کے ساتھ آگے بڑھے۔ انہوں نے اپنا سر جھکا دیا'' جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے لیکن یہ تھوڑی سی تفصیل ہے اپنا سر جھکا دیا'' اور مٹی کا بورا اپنی پیٹھ پر اٹھا لیا پھر انہوں نے ایک چھلانگ لگائی اور تیزی کے ساتھ اس کے دربار سے نکل کھڑے ہوئے اور اپنے ساتھیوں کو بلند آواز سے کہا آج ایران کے بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے اپنے ملک کی زمین ہمارے حوالے کر دی ہے اور پھر گھوڑوں پر سوار ہو کر تیزی سے نکل گئے۔ بادشاہ نے جب ان کا یہ نعرہ سنا تو وہ کانپ اٹھا اور اس نے اپنے درباریوں سے کہا دوڑو اور مٹی کا بورا ان سے واپس لے آؤ۔ یہ تو بڑی بدشگونی ہوئی ہے کہ میں نے اپنے ہاتھ سے اپنے ملک کی مٹی ان کے حوالے کر دی ہے مگر وہ اس وقت تک گھوڑوں پر سوار ہو کر بہت دور نکل چکے تھے۔ لیکن آخر وہی ہوا جو انہوں نے کہا تھا اور چند سال کے اندر اندر سارا ایران مسلمانوں کے ماتحت آ گیا۔'' حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ ''یہ عظیم الشان تغیر مسلمانوں میں کیوں پیدا ہوا؟ اسی لئے کہ قرآنی تعلیم نے ان کے اخلاق اور ان کی عادات میں ایک انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ ان کی سفلی زندگی پر اس نے ایک موت طاری کر دی تھی اور انہیں بلند کردار اور اعلیٰ درجہ کے اخلاق کی سطح پر لا کر کھڑا کر دیا تھا۔'' (تفسیر کبیر، جلد 6، صفحہ 204-205) جس کی وجہ سے یہ انقلاب پیدا ہوا۔ پس قرآنی تعلیم پر عمل کرنے سے ہی حقیقی انقلاب آیا کرتے ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی یہ ذکر چلے گا۔

......☆......☆......☆......

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

عجب ناداں ہے وہ مغرور و گمراہ ✡ کہ اپنے نفس کو چھوڑا ہے بے راہ

بدی پر غیر کی ہر دم نظر ہے ✡ مگر اپنی بدی سے بے خبر ہے

طالبِ دُعا: زبیر احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ دارجلنگ (صوبہ مغربی بنگال)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

بہت بڑھ بڑھ کے باتیں کی ہیں تُونے اور چھپایا حق ✡ مگر یہ یاد رکھ اِک دن نَدامت آنے والی ہے

خدا رُسوا کرے گا تم کو مَیں اعزاز پاؤں گا ✡ سنو اے منکرو! اب یہ کرامت آنے والی ہے

طالبِ دُعا: سیّد زمرود احمد ولد سیّد شعیب احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ بھونیشور (صوبہ اڈیشہ)

سیرت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(از حضرت مرزا بشیر احمد ایم.اے رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

قبل ازایں سیرت النبیؐ کے موضوع پر سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی کتاب ’’نبیوں کا سردارؐ‘‘ قسطوار شائع ہو کر مکمل ہوگئی۔ الحمد للہ۔ اب اسی موضوع پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے رضی اللہ عنہ کی کتاب ’’سیرت خاتم النّبیین‘‘ حضور انور کی منظوری سے شائع کی جاتی ہے۔ احباب اس سے استفادہ فرمائیں۔ (ادارہ)

درایت کے کمزور پہلو

یہ چار مثالیں جو ہم نے اُوپر بیان کی ہیں اور جو صرف نمونہ کے طور پر درج کی گئی ہیں ورنہ اس قسم کی مثالیں اسلامی تاریخ میں کثرت کے ساتھ پائی جاتی ہیں۔ ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار جلیل القدر صحابیوں کے فعل سے یہ قطعی طور پر ثابت ہے کہ ابتدائے اسلام سے ہی درایت کا پہلو روایت کے پہلو کے ساتھ ساتھ چلا آیا ہے اور مسلمان محققین پوری دیانتداری اور آزادی کے ساتھ درایت کے اصول کو اپنی روایات کی تحقیق اور پڑتال میں استعمال کرتے رہے ہیں اور اسی قسم کی مثالیں بعد کے زمانوں کے متعلق بھی پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر ہم اپنے اس مضمون کو زیادہ لمبا نہیں کرنا چاہتے کیونکہ ایک عقلمند انسان کیلئے اسی قدر کافی ہے۔ بہرحال میور صاحب اور ان کے ہم عقیدہ اصحاب کا یہ اعتراض بالکل غلط اور بے بنیاد ہے کہ مسلمان محققین صرف روایت کے پہلو کو دیکھتے تھے اور درایت سے انہیں کوئی سروکار نہیں تھا۔ ہاں اگر ہمارے معترضین کا یہ منشاء ہے کہ ہر حال میں درایت کے پہلو کو ترجیح اور غلبہ ہونا چاہئے اور خواہ ایک بات اصول روایت کے لحاظ سے کیسی ہی پختہ اور مضبوط ہو وہ اگر درایت کے پہلو کے لحاظ سے مشکوک نظر آتی ہے تو بہرصورت اسے رد کر دینا چاہئے تو یہ خیال نہ صرف بالکل غلط ہے بلکہ علمی ترقی کیلئے بھی سخت مضر اور نقصان دہ ہے۔ درایت خواہ کیسی ہی اچھی چیز ہو مگر اسکے ساتھ دو خطرناک کمزوریاں بھی لگی ہوئی ہیں۔ اوّل یہ کہ اسکا تعلق استدلال کے ساتھ ہوتا ہے اور استدلال ایک ایسی چیز ہے کہ اس میں اختلاف رائے کی بہت گنجائش ہے۔ دوسرے یہ کہ درایت کی بنا زیادہ تر انسان کے سابقہ تجربہ اور معلومات پر ہوتی ہے اور تجربہ اور معلومات ایسی چیزیں ہیں کہ روز بدلتی رہتی ہیں کیونکہ ان میں ہر وقت وسعت اور ترقی کی گنجائش ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر درایت کے پہلو پر زیادہ بھروسہ کرنا اپنے اندر ایسے خطرات رکھتا ہے جنہیں کوئی دانا شخص نظرانداز نہیں کرسکتا۔ مثلاً ایک شخص کسی روایت کو قرآن شریف کی کسی آیت کے خلاف سمجھ کر ردّ کر دیتا ہے مگر ہوسکتا ہے کہ ایک دوسرا شخص اُسے کسی قرآنی آیت کے خلاف نہ پائے بلکہ وہ دونوں کی ایسی تشریح کر دے کہ ان کے درمیان کوئی تضاد نہ رہے۔ یا مثلاً ایک شخص ایک روایت کو کسی ثابت شدہ حقیقت کے خلاف سمجھتا ہے، مگر ہوسکتا ہے کہ ایک دوسرے شخص کے نزدیک وہ چیز جسے ایک ثابت شدہ حقیقت سمجھا گیا ہے وہ ثابت شدہ حقیقت نہ ہو۔ یا ایک شخص ایک روایت کو انسانی تجربہ اور مشاہدہ کے خلاف سمجھتا ہے، مگر ہوسکتا ہے کہ ایک دوسرا شخص جس کا تجربہ اور مشاہدہ زیادہ وسیع ہے وہ اسے اسکے خلاف نہ سمجھے وغیرہ ذالک۔ ان مثالوں سے ظاہر ہے کہ درایت کے پہلو پر زیادہ زور دینا نہ صرف اصولاً غلط ہے، بلکہ علمی ترقی کیلئے بھی ایک بہت بھاری روک ہے اور اس پر زیادہ زور دینا انہی لوگوں کا کام ہے جو اپنے محدود علم اور محدود تجربہ اور محدود مشاہدہ اور محدود استدلال سے ساری دنیا اور سارے زمانوں کے علم کو ناپنا چاہتے ہیں۔ اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ نظریہ دنیا کی علمی ترقی کیلئے ایک سمّ قاتل سے کم نہیں۔ اگر ابتدائی مسلمان محدث یا مؤرخ درایت پر اس قدر زور دیتے جتنا میور صاحب اور ان کے ہم عقیدہ اصحاب چاہتے ہیں کہ دینا چاہئے تھا تو یقینا بانیٔ اسلام کے متعلق بہت سے مفید معلومات کا ذخیرہ ہمارے ہاتھ سے نکل جاتا، کیونکہ اس صورت میں ان میں سے کوئی مصنّف کسی بات کو اور کوئی کسی کو اپنی درایت کے خلاف پاکر ترک کر دیتا حالانکہ بالکل ممکن ہے کہ وہ صحیح روایت کے خلاف نہ ہوتیں؛ چنانچہ ہم عملاً دیکھتے ہیں کہ کئی باتیں جو گذشتہ زمانوں میں سمجھ نہیں آتی تھیں آج ان کا سمجھنا آسان ہو رہا ہے۔ پس پختہ اور صحیح اصول وہی تھا جو ابتدائی مسلمان مصنفین نے اختیار کیا کہ انہوں نے اصل بنیاد روایت کے اصول پر رکھی مگر روایت کی مدد کیلئے ایک حد تک درایت کو بھی کام میں لاتے رہے۔ اور اس طرح انہوں نے اپنے پیچھے آنے والوں کیلئے ایک عمدہ ذخیرہ روایات کا جمع کر دیا۔ اور اب یہ ہم لوگوں کا کام ہے کہ روایت و درایت کے اصول کے مطابق اس ذخیرہ کی چھان بین کر کے صحیح کو سقیم سے جُدا کرلیں۔

روایات کا قلمبند ہونا

گو اصول روایت کے لحاظ سے کسی روایت کا لکھا ہوا ہونا ضروری نہیں ہے اور اسلامی روایات میں ایک بڑا حصہ ایسی روایتوں کا شامل ہے جو کم ازکم ابتداء میں صرف زبانی طور پر سینہ بہ سینہ مروی ہوئی ہیں لیکن دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ابتدائے اسلام سے ہی بعض راویوں کا یہ طریق رہا ہے کہ جو حدیث بھی وہ سُنتے تھے یا جو روایت بھی ان تک پہنچتی تھی اسے وہ فوراً لکھ کر محفوظ کر لیتے تھے اور جب کسی کو آگے روایت سُناتے تھے تو اس لکھی ہوئی یاد داشت سے پڑھ کر سُناتے تھے جس سے ان روایات کو مزید مضبوطی حاصل ہو جاتی تھی۔ اس قسم کے لوگ صحابہ کرام میں بھی پائے جاتے تھے اور بعد میں بھی۔ بلکہ بعد میں جُوں جُوں علم ترقی کرتا گیا اور فن تحریر زیادہ پھیلتا گیا، ان لوگوں کی تعداد زیادہ ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ اس زمانہ میں آکر جب کہ روایات کتابی صورت میں جمع ہونے لگیں اور موجودہ کتب حدیث وغیرہ کے مجموعے عالمِ وجود میں آنے شروع ہوئے جس کا آغاز دوسری صدی ہجری سے سمجھا جاسکتا ہے روایات کو لکھ کر محفوظ کر لینے کا طریق عام طور پر رائج ہو چکا تھا اور راوی لوگ اپنی روایات کو دوسروں تک پہنچاتے ہوئے اپنی تحریری یادداشتوں سے کثرت کے ساتھ مدد لینے لگ گئے تھے، لیکن چونکہ محض کسی تحریری یادداشت کا موجود ہونا اسے قابلِ سند نہیں بنا سکتا جب تک کہ اس کی تائید میں معتبر زبانی تصدیق بھی موجود نہ ہو اور اسی لیے آج تک ہر مہذب ملک کی عدالتوں میں ہر دستاویز کی تصدیق کیلئے زبانی شہادت ضروری قرار دی جاتی ہے اس لئے بالعموم محدثین نے زبانی اور تحریری روایت کے امتیاز کو اپنے مجموعوں میں ظاہر نہیں کیا۔ لیکن اس میں ہرگز کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ اب جو احادیث کے مجموعے ہمارے سامنے ہیں ان سب میں ایک معتدبہ حصہ ایسی روایتوں کا شامل ہے جو زبانی انتقال کے ساتھ ساتھ تحریری طور پر بھی ایک راوی سے دوسرے راوی تک منتقل ہوتی ہوئی نیچے اُتری ہیں۔ اس دعویٰ کی تصدیق میں ہم اس جگہ اختصار کی غرض سے صرف صحابہ کے زمانہ کی چند مثالیں درج کریں گے کیونکہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ خود صحابہ میں ایسے لوگ موجود تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور روایات کو لکھ کر محفوظ کرلیا کرتے تھے اور پھر اُسی مجموعہ سے آگے سلسلہ روایت چلاتے تھے تو یہ ایک قطعی ثبوت اس بات کا ہوگا کہ یہ طریق بعد کے زمانہ میں (جب کہ فن تحریر بہت زیادہ وسیع ہو گیا اور روایات کے لکھنے کیلئے ہر قسم کی سہولت میسر آگئی) بدرجہ اولیٰ جاری رہا۔ سب سے پہلی اور اصولی حدیث ہم اس معاملہ میں وہ درج کرنا چاہتے ہیں جن میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تحریک فرمائی ہے کہ جس شخص کو میری باتیں یاد نہ رہتی ہوں اسے چاہئے کہ انہیں لکھ کر محفوظ کرلیا کرے۔ چنانچہ ترمذی میں یہ روایت آتی ہے کہ:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کَانَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ یَجْلِسُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَسْمَعُ مِنَ النَّبِیِّ الْحَدِیْث وَلَا یَحْفَظُہٗ فَشَکَا ذَالِکَ اِلَی النَّبِیِّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِسْتَعِنْ بِیَمِیْنِکَ وَاَوْ مَأَ بِیَدِہٖ لِلْخَطِّ ’’یعنی ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک انصاری شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں آپ کی باتیں سُنتا ہوں مگر مجھے وہ یاد نہیں رہتیں۔ آپؐ نے فرمایا: تم اپنے دائیں ہاتھ کی مدد حاصل کر کے میری باتوں کو لکھ لیا کرو۔‘‘

اس حدیث سے ہمیں یہ علم ہوتا ہے کہ بعض صورتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تحریک فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کو میری باتیں یاد نہ رہتی ہوں، وہ انہیں لکھ کر محفوظ کرلیا کرے اور آپؐ کے اس فرمان کے ہوتے ہوئے اگر ہمیں تاریخ میں صراحت کے ساتھ یہ ذکر نظر نہ بھی آوے کہ فلاں فلاں صحابی حدیثیں لکھ لیا کرتے تھے تو بھی قیاس یہی ہوگا کہ بعض صحابی ضروری حدیثیں لکھا کرتے تھے، کیونکہ یہ ممکن نہیں ہوسکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت سے صحابہ جیسی جماعت میں سے کسی فرد نے بھی فائدہ نہ اُٹھایا ہو اور بہرحال جس صحابی کو آپؐ نے براہِ راست مخاطب کر کے یہ الفاظ فرمائے تھے اس نے تو ضرور اس ارشاد کی تعمیل کی ہوگی۔ مگر یہ صرف قیاس ہی نہیں ہے بلکہ حدیث میں صراحت کے ساتھ یہ ذکر آتا ہے کہ بعض صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں لکھ لیا کرتے تھے، چنانچہ روایت آتی ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو بھی سُنتے تھے وہ لکھ لیا کرتے تھے۔ اس پر بعض لوگوں نے انہیں منع کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی خوش ہوتے ہیں کبھی غصّہ میں ہوتے ہیں، تم سب کچھ لکھتے جاتے ہو۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ عبداللہ بن عمرو نے اس پر لکھنا چھوڑ دیا، لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے فرمایا:

اُکْتُبْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا یَخْرُجُ مِنْہُ اِلَّا الْحَقُّ۔ ’’یعنی تم بے شک لکھا کرو کیونکہ خدا کی قسم میری زبان سے جو کچھ نکلتا ہے حق اور راست نکلتا ہے۔‘‘

اس کے بعد عبداللہ بن عمرو آپؐ کی باتیں لکھ کر محفوظ کرلیا کرتے تھے؛ چنانچہ بخاری میں آتا ہے:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ یَقُوْلُ مَامِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَدٌ اَکْثَرَ حَدِیْثًا عَنْہُ مِنِّیْ اِلَّا مَاکَانَ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو فَاِنَّہٗ کَانَ یَکْتُبُ وَلَا اَکْتُبُ ’’یعنی ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کی مجھ سے زیادہ حدیث محفوظ نہیں ہے سوائے عبداللہ بن عمرو کے کیونکہ ان کی عادت تھی کہ حدیث سُن کر لکھ لیا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔‘‘

پھر ایک اور حدیث میں آتا ہے:

عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ قَالَ قُلْتُ لِعَلِیٍّ رضی اللہ عنہ ھَلْ عِنْدَکُمْ کِتَابٌ قَالَ لَا اِلَّا کِتَابُ اللّٰہِ اَوْ فَھْمٌ اُعْطِیَہٗ رَجُلٌ مُسْلِمٌ اَوْ مَا فِیْ ھٰذِہِ الصَّحِیْفَۃِ قُلْتُ مَا فِیْ ھٰذِہِ الصَّحِیْفَۃِ قَالَ الْعَقْلُ وَفِکَاکُ الْاَسِیْرِ وَلَا یُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِکَافِرٍ۔ ’’یعنی ابوجحیفہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ حضرت علی سے یہ دریافت کیا کہ کیا آپ کے پاس کچھ لکھا ہوا بھی ہے۔ اس پر حضرت علی نے فرمایا کہ سوائے قرآن شریف کے اور کچھ نہیں۔ ہاں ایک مسلمان کی خداداد عقل ہے جس سے وہ خود سوچ کر اور قیاس کر کے فتویٰ معلوم کرسکتا ہے، البتہ میرے پاس یہ ایک لکھا ہوا صحیفہ ضرور موجود ہے۔ میں نے پوچھا اس صحیفہ میں کیا ہے۔ فرمانے لگے اس میں فلاں فلاں مسئلہ کے متعلق چند حدیثیں لکھی ہیں۔‘‘

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کا

باقی صفحہ نمبر 17 پر ملاحظہ فرمائیں

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ)

(366) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک ہندوستانی مولوی قادیان آیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میں ایک جماعت کی طرف سے نمائندہ ہو کر آپ کے دعویٰ کی تحقیق کیلئے آیا ہوں اور پھر اس نے اختلافی مسائل کے متعلق گفتگو شروع کر دی اور وہ بڑے تکلف سے خوب بنا بنا کر موٹے موٹے الفاظ استعمال کرتا تھا۔ اس کے جواب میں جو حضرت صاحب نے کچھ تقریر فرمائی تو وہ آپ کی بات کاٹ کر کہنے لگا کہ آپ کو مسیح ومہدی ہونے کا دعویٰ ہے مگر آپ الفاظ کا تلفظ بھی اچھی طرح ادا نہیں کر سکتے۔ اس وقت مولوی عبد اللطیف صاحب شہید بھی مجلس میں حضرت صاحب کے پاس بیٹھے تھے ان کو بہت غصہ آ گیا اور انہوں نے اسی جوش میں اس مولوی کے ساتھ فارسی میں گفتگو شروع کر دی۔ حضرت صاحب نے مولوی عبد اللطیف صاحب کو سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کیا اور پھر کسی دوسرے وقت جب کہ مولوی عبد اللطیف صاحب مجلس میں موجود نہ تھے، فرمانے لگے کہ اس وقت مولوی صاحب کو بہت غصہ آ گیا تھا چنانچہ میں نے اسی ڈر سے کہ کہیں وہ اس غصہ میں اس مولوی کو کچھ مار ہی نہ بیٹھیں مولوی صاحب کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں دبائے رکھا تھا۔

(367) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ سیر کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ انبیاء کے متعلق بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کو ہسٹیر یا کا مرض ہوتا ہے لیکن یہ ان کی غلطی ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ انبیاء کے حواس میں چونکہ بہت غیر معمولی حدت اور تیزی پیدا ہو جاتی ہے اس لئے ناواقف لوگ غلطی سے اسے ہسٹیر یا سمجھنے لگ جاتے ہیں حالانکہ دراصل وہ ہسٹیر یا نہیں ہوتا بلکہ صرف ظاہری صورت میں ہسٹیر یا سے ملتی جلتی حالت ہوتی ہے۔ لیکن لوگ غلطی سے اس کا نام ہسٹیر یا رکھ دیتے ہیں۔

(369) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ جب ہماری ہمشیرہ مبارکہ بیگم کا نکاح حضرت صاحب نے نواب محمد علی خان صاحب کے ساتھ کیا تو مہر چھپن ہزار (56000) روپیہ مقرر کیا گیا تھا اور حضرت صاحب نے مہر نامہ کو باقاعدہ رجسٹری کروا کے اس پر بہت سے لوگوں کی شہادتیں ثبت کروائی تھیں اور جب حضرت صاحب کی وفات کے بعد ہماری چھوٹی ہمشیرہ امۃ الحفیظ بیگم کا نکاح خان محمد عبد اللہ خان صاحب کے ساتھ ہوا تو مہر (15000) مقرر کیا گیا اور یہ مہر نامہ بھی باقاعدہ رجسٹری کرایا گیا تھا۔ لیکن ہم تینوں بھائیوں میں سے جن کی شادیاں حضرت صاحب کی زندگی میں ہو گئی تھیں کسی کا مہر نامہ تحریر ہو کر رجسٹری نہیں ہوا اور مہر ایک ایک ہزار روپیہ مقرر ہوا تھا۔ دراصل مہر کی تعداد زیادہ تر خاوند کی موجودہ حیثیت اور کسی قدر بیوی کی حیثیت پر مقرر ہوا کرتی ہے اور مہر نامہ کا باقاعدہ لکھا جانا اور رجسٹری ہونا یہ شخصی حالات پر موقوف ہے۔ چونکہ نواب محمد علی خان صاحب کی جائیداد سرکار انگریزی کے علاقہ میں واقع نہ تھی بلکہ ایک ریاست میں تھی اور اسکے متعلق بعض تنازعات کے پیدا ہونے کا احتمال ہو سکتا تھا اس لئے حضرت صاحب نے مہر نامہ کو باقاعدہ رجسٹری کروانا ضروری خیال کیا اور ویسے بھی دیکھا جاوے تو عام حالات میں یہی بہتر ہوتا ہے کہ مہر نامہ اگر رجسٹری نہ بھی ہو تو کم از کم باقاعدہ طور پر تحریر میں آ جاوے اور معتبر لوگوں کی شہادتیں اس پر ثبت ہو جاویں۔ کیونکہ دراصل مہر بھی ایک قرضہ ہوتا ہے جس کی ادائیگی خاوند پر فرض ہوتی ہے۔ پس دوسرے قرضہ جات کی طرح اس کیلئے بھی عام حالات میں یہی مناسب ہے کہ وہ ضبط تحریر میں آ جاوے۔

(370) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ ڈاکٹر میر محمدؐ اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مولوی عبد اللطیف صاحب شہید کی شہادت کے بعد ان کا کوئی مرید ان کے کچھ بال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس قادیان لایا۔ آپ نے وہ بال ایک کُھلے منہ کی چھوٹی بوتل میں ڈال کر اور اسکے اندر کچھ مشک رکھ کر اس بوتل کو سر بمہر کر دیا اور پھر اس شیشی میں تاگہ باندھ کر اسے اپنی بیت الدُّعا کی ایک کھونٹی سے لٹکا دیا اور یہ سارا عمل آپ نے ایسے طور پر کیا کہ گویا ان بالوں کو آپ ایک تبرک خیال فرماتے تھے اور نیز بیت الدُّعا میں اس غرض سے لٹکائے گئے ہوں گے کہ دُعا کی تحریک رہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ بوتل کئی سال تک بیت الدُّعا میں لٹکی رہی۔ لیکن اب ایک عرصہ سے نظر نہیں آتی۔

(371) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ ڈاکٹر میر محمدؐ اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی ریش مبارک کے زیادہ بڑھے ہوئے بالوں کو قینچی سے کتروا دیا کرتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمان داڑھی کو بڑھائیں اور مونچھوں کو چھوٹا کریں۔ جس کی یہ وجہ ہے کہ داڑھی مردانہ زینت اور وقار کا موجب ہے اور مونچھوں کا بڑھانا عُجب اور تکبر پیدا کرتا ہے۔ لیکن اس کا یہ منشاء نہیں کہ داڑھی کی کوئی خاص مقدار شریعت نے مقرر کر دی ہے۔ اس قسم کی جزئی باتوں میں شریعت دخل نہیں دیتی بلکہ شخصی مناسبت اور پسندیدگی پر چھوڑ دیتی ہے۔ منشاء صرف یہ ہے کہ داڑھی منڈوائی نہ جاوے بلکہ رکھی جاوے لیکن داڑھی کا بہت زیادہ لمبا کرنا بھی پسند نہیں کیا گیا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ ایک مشت و دو انگشت کے اندازہ سے زیادہ بڑھی ہوئی داڑھی کتروا دینی مناسب ہے۔ جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ بہت لمبی داڑھی بھی خلاف زینت ہوتی ہے۔ اور اس کا صاف رکھنا بھی کچھ دقت طلب ہے۔ مگر اس کے مقابلہ میں داڑھی کو ایسا چھوٹا کتروانا بھی کہ وہ منڈھی ہوئی کے قریب قریب ہو جاوے آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے احترام کے خلاف ہے جو ایک مخلص مسلمان کی شان سے بعید سمجھا جانا چاہئے۔

(373) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ ڈاکٹر میر محمدؐ اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں گھر کے بچے کبھی شب برات وغیرہ کے موقع پر یونہی کھیل تفریح کے طور پر آتش بازی کے انار وغیرہ منگا کر چلا لیا کرتے تھے۔ اور بعض اوقات اگر حضرت صاحب موقعہ پر موجود ہوں تو یہ آتش بازی چلتی ہوئی آپ خود بھی دیکھ لیتے تھے۔ نیز حضرت خلیفۃ المسیح ثانی بیان کرتے تھے کہ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ گھر میں آتش بازی کے انار وغیرہ چلانا طاعونی مادہ کو مارنے اور ہوا کی صفائی کیلئے مفید ہوتا ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ ہم بچپن میں بعض اوقات آتش بازی کی اس قسم کی غیر ضرررساں چیزیں جیسے انار ہوتا ہے منگا کر گھر میں چلا لیتے تھے اور حضرت صاحب دیکھتے تھے اور منع نہیں فرماتے تھے بلکہ بعض دفعہ ان چیزوں کے منگانے کیلئے ہم حضرت صاحب سے پیسے مانگتے تھے تو آپ دے دیتے تھے۔

(374) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ان کے چچا چوہدری شیر محمدؐ صاحب مرحوم ان سے بیان کرتے تھے کہ جب حضرت صاحب دہلی تشریف لے گئے تھے اور وہاں کی جمعہ مسجد میں مولوی نذیر حسین صاحب کے ساتھ مباحثہ کی تجویز ہوئی تھی تو اس وقت میں بھی حضرت صاحب کے ساتھ تھا۔ چونکہ شہر میں مخالفت کا خطرناک زور تھا اور حضرت صاحب کے اہل وعیال بھی سفر میں ساتھ تھے۔ اس لئے حضرت صاحب مباحثہ کی طرف جاتے ہوئے مکان کی حفاظت کیلئے مجھے ٹھہرا گئے تھے۔ چنانچہ آپ کی واپسی تک میں نے مکان کا پہرا دیا اور میں نے دل میں یہ پختہ عہد کر لیا تھا کہ میں اپنی جان دے دوں گا لیکن کسی کو مکان کی طرف رخ نہیں کرنے دوں گا۔ مولوی شیر علی صاحب بیان کرتے تھے کہ میرے چچا ایک خوب مضبوط آدمی تھے اور ہمارے خاندان میں انہوں نے سب سے پہلے حضرت صاحب کی بیعت کی تھی۔

(375) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ان کے چچا چوہدری شیر محمدؐ صاحب مرحوم بیان کرتے تھے کہ شروع شروع میں جب حضرت مولوی نور الدین صاحب قرآن شریف کا درس دیا کرتے تھے تو کبھی کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی ان کا درس سننے کیلئے تشریف لے جاتے تھے اور بعض اوقات کچھ فرمایا بھی کرتے تھے چنانچہ ایک دفعہ جب حضرت مولوی صاحب درس دے رہے تھے تو ان آیات کی تفسیر میں جن میں جنگ بدر کے وقت فرشتوں کی فوج کے نازل ہونے کا ذکر آتا ہے۔ حضرت مولوی صاحب کچھ تاویل کرنے لگے کہ اس سے روحانی رنگ میں قلوب کی تقویت مراد ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سُنا تو فرمانے لگے کہ اس تاویل کی ضرورت نہیں۔ اس وقت واقعی مسلمانوں کو فرشتے نظر آئے تھے اور کشفی حالات میں ایسا ہو جاتا ہے کہ صاحب کشف کے علاوہ دوسرے لوگ بھی کشفی نظارہ میں شریک ہو جاتے ہیں۔ پس اس موقعہ پر بھی آنحضرت ﷺ کے اس کشفی نظارہ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو شامل کر لیا تا کہ ان کے دل مضبوط ہو جائیں۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ نزول ملائکہ کی حقیقت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب ''توضیح مرام'' ''ازالہ اوہام'' اور خصوصاً ''آئینہ کمالات اسلام'' میں مفصل بحث فرمائی ہے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اوّل چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت سے مشرف ہونے سے پہلے سر سیّد احمد خان مرحوم کے خیالات اور ان کے طریق استدلال کی طرف مائل تھے اس لئے بسا اوقات معجزات اور اس قسم کے روحانی تصرفات کی تاویل فرما دیا کرتے تھے اور ان کی تفسیر میں اس میلان کی جھلک احمدیت کے ابتدائی ایام میں بھی نظر آتی ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں آہستہ آہستہ یہ اثر دھلتا گیا اور خالص پرتو نبوت سے طبیعت متاثر ہوتی گئی۔

(سیرۃ المہدی، جلد اوّل، مطبوعہ قادیان 2008)

......☆......☆......☆......

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

تم صدق اور راستی اور تقویٰ اور محبت ذاتیہ الٰہیہ میں ترقی کرو اور اپنا کام یہی سمجھو......
تم خدمت اور عبادت میں لگے رہو تمہاری تمام کوشش اسی میں مصروف ہونی چاہئے

(کشتی نوحؑ، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 28)

طالب دُعا: سید ادریس احمد (جماعت احمدیہ تریپور، صوبہ تامل ناڈو)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

خدا تم سے کیا چاہتا ہے بس یہی کہ تم تمام نوع انسان سے عدل کے ساتھ پیش آیا کرو
پھر اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ ان سے بھی نیکی کرو جنہوں نے تم سے کوئی نیکی نہیں کی

(کشتی نوحؑ، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 30)

طالب دُعا: قریشی محمد عبد اللہ تیماپوری، سابق امیر ضلع وافراد خاندان ومرحومین، جماعت احمدیہ گلبرگہ (کرناٹک)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ
مظلوم کی بددعا سے ڈرو اس لیے کہ اس کی بددعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی

سوسال پورے ہونے پہ آپ یہ ٹارگٹ رکھیں کہ پانچ سال میں آپ نے کم از کم ایک لاکھ بیعتیں کروانی ہیں اور ہر ایک جو احمدی ہے اس کو آپ نے باجماعت نمازی بنانا ہے ہر احمدی کو باقاعدہ قرآن کریم پڑھنے والا بنانا ہے، ہر احمدی کو خلافت سے تعلق رکھنے والا بنانا ہے، ہر احمدی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والا بنانا ہے

سیّدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے پوچھے جانے والے اہم سوالات کے بصیرت افروز جوابات

نوٹ : سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مختلف وقتوں میں اپنے مکتوبات اور ایم ٹی اے کے مختلف پروگراموں میں اہم مسائل کے بارہ میں جو ارشادات مبارکہ فرماتے ہیں، ان میں سے کچھ قارئین کے افادہ کیلئے الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ شائع کیے جارہے ہیں۔ (ادارہ)

(قسط:5)

سوال **ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں تحریر کیا کہ مجھے یہ معلوم کر کے شدید دھچکا لگا کہ اسلام برسرپیکار دشمن کی عورتوں کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کرنے اور ان کو بیچنے کی اجازت دیتا ہے۔ یہ بات میرے لیے بہت حوصلہ شکن تھی۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کے بعد مجھے امید تھی کہ آپ اس بات کی تردید فرمائیں گے اور اسلام کو اس نظریہ سے پاک قرار دیں گے لیکن میں نے ایسا نہیں پایا۔** حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 3/مارچ 2018ء میں اس سوال کا نہایت بصیرت افروز جواب عطا فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا:

جواب اصل بات یہ ہے کہ اس مسئلہ کی اچھی طرح وضاحت نہ ہونے کی وجہ سے کئی غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور ان غلط فہمیوں کی تردید حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تحریرات میں فرمائی ہے اور آپ کے خلفاء بھی حسب موقعہ وقتاً فوقتاً اس کی تردید کرتے رہے اور اصل تعلیم بیان فرماتے رہے ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ اسلام برسرپیکار دشمن کی عورتوں کے ساتھ صرف اس وجہ سے کہ وہ برسرپیکار ہیں قطعاً اجازت نہیں دیتا کہ جو بھی دشمن ہے ان کی عورتوں کو پکڑ لاؤ اور اپنی لونڈیاں بنالو۔

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جب تک خونریز جنگ نہ ہو تب تک کسی کو قیدی نہیں بنایا جاسکتا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (الانفال:68) کسی نبی کیلئے جائز نہیں کہ زمین میں خونریز جنگ کئے بغیر قیدی بنائے۔ تم دنیا کی متاع چاہتے ہو جبکہ اللہ آخرت پسند کرتا ہے اور اللہ کامل غلبہ والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔

پس جب خونریز جنگ کی شرط لگا دی تو پھر میدان جنگ میں صرف وہی عورتیں قیدی کے طور پر پکڑی جاتی تھیں جو محاربت کیلئے وہاں موجود ہوتی تھیں۔ اس لیے وہ صرف عورتیں نہیں ہوتی تھیں بلکہ حربی دشمن کے طور پر وہاں آئی ہوتی تھیں۔

علاوہ ازیں جب اس وقت کے جنگی قوانین اور اس زمانہ کے رواج کو دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ میں جب جنگ ہوتی تھی تو دونوں فریق ایک دوسرے کے افراد کو خواہ وہ مرد ہوں یا بچے یا عورتیں قیدی کے طور پر غلام اور لونڈی بنا لیتے تھے۔ اس لیے وَ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (الشوریٰ:41) کے تحت ان کے اپنے ہی قوانین کے تابع جو کہ فریقین کو تسلیم ہوتے تھے، مسلمانوں کا ایسا کرنا کوئی قابل اعتراض امر نہیں ٹھہرتا۔ خصوصاً جب اسے اس زمانہ، ماحول اور علاقہ کے قوانین کے تناظر میں دیکھا جائے۔ اس زمانہ میں برسرپیکار فریقین اس وقت کے مروجہ قواعد اور دستور کے مطابق ہی جنگ کر رہے ہوتے تھے۔ اور جنگ کے تمام قواعد فریقین پر مکمل طور پر چسپاں ہوتے تھے، جس پر دوسرے فریق کو کوئی اعتراض نہ ہوتا تھا۔ یہ امور قابل اعتراض تب ہوتے جب مسلمان ان مسلمہ قواعد سے انحراف کر کے ایسا کرتے۔

اسکے باوجود قرآن کریم نے ایک اصولی تعلیم کے ساتھ ان تمام جنگی قواعد کو بھی باندھ دیا۔ فرمایا فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ (البقرۃ:195) یعنی جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر ویسی ہی زیادتی کرو جیسی اس نے تم پر کی ہو۔

پھر فرمایا : فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (المائدۃ:95) یعنی جو اسکے بعد حد سے تجاوز کرے گا اس کیلئے دردناک عذاب ہوگا۔

یہ وہ اصولی تعلیم ہے جو سابقہ تمام مذاہب کی تعلیمات پر بھی امتیازی فضیلت رکھتی ہے۔ بائبل اور دیگر مذاہب کی کتب مقدسہ میں موجود جنگی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو ان میں دشمن کو تہس نہس کر کے رکھ دینے کی تعلیم ملتی ہے۔ مرد و عورت تو ایک طرف رہے ان کے بچوں، جانوروں اور گھروں تک کو لوٹ لینے، جلا دینے اور ختم کر دینے کے احکامات ان میں ملتے ہیں۔ لیکن قرآن کریم نے ان حالات میں بھی جبکہ فریقین کو اپنے جذبات پر کوئی قابو نہیں رہتا اور دونوں ایک دوسرے کو مارنے کے درپے ہوتے ہیں اور جذبات اتنے مشتعل ہوتے ہیں کہ مارنے کے بعد بھی جذبات سرد نہیں پڑتے اور دشمن کی لاشوں کو پامال کر کے غصہ ٹھنڈا کیا جاتا ہے، ایسی تعلیم دی کہ گویا منہ زور گھوڑوں کو لگام ڈالی ہو اور صحابہؓ نے اس پر ایسا خوبصورت عمل کر کے دکھایا کہ تاریخ ایسے سینکڑوں قابل رشک واقعات سے بھری پڑی ہے۔

اس زمانہ میں کفار مسلمان عورتوں کو قیدی بنا لیتے اور ان سے بہت ہی ناروا سلوک کرتے۔ قیدی تو الگ رہے وہ تو مسلمان مقتولوں کی نعشوں کا مثلہ کرتے ہوئے ان کے ناک کان کاٹ دیتے تھے۔ ہندہ کا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبانا کون بھول سکتا ہے۔ لیکن ایسے مواقع پر بھی مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی کہ ہرچند کہ وہ میدان جنگ میں ہیں لیکن پھر بھی کسی عورت اور کسی بچے پر تلوار نہیں اٹھانی اور مُثلہ سے مطلقاً منع فرما کر دشمنوں کی لاشوں کی بھی حرمت قائم فرمائی۔

جہاں تک لونڈیوں کا مسئلہ ہے تو اس بارہ میں اس امر کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں جبکہ دشمن اسلام مسلمانوں کو طرح طرح کے ظلموں کا نشانہ بناتے تھے اور اگر کسی غریب مظلوم مسلمان کی عورت ان کے ہاتھ آجاتی تو وہ اسے لونڈی کے طور پر اپنی عورتوں میں داخل کر لیتے تھے۔ چنانچہ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا کی قرآنی تعلیم کے مطابق ایسی عورتیں جو اسلام پر حملہ کرنے والے لشکر کے ساتھ ان کی مدد کیلئے آتی تھیں اور اُس زمانہ کے رواج کے مطابق جنگ میں بطور لونڈی کے قید کر لی جاتی تھیں۔ اور پھر دشمن کی یہ عورتیں جب تاوان کی ادائیگی یا مکاتبت کے طریق کو اختیار کر کے آزادی بھی حاصل نہیں کرتی تھیں تو ایسی عورتوں سے نکاح کے بعد ہی ازدواجی تعلقات قائم ہو سکتے تھے۔ لیکن اس نکاح کیلئے اس لونڈی کی رضامندی ضروری نہیں ہوتی تھی۔ اسی طرح ایسی لونڈی سے نکاح کے نتیجہ میں مرد کیلئے چار شادیوں تک کی اجازت پر کوئی فرق نہیں پڑتا تھا یعنی ایک مرد چار شادیوں کے بعد بھی مذکورہ قسم کی لونڈی سے نکاح کر سکتا تھا۔ لیکن اگر اس لونڈی کے ہاں بچہ پیدا ہو جاتا تھا تو وہ ام الولد کے طور پر آزاد ہو جاتی تھی۔

علاوہ ازیں اسلام نے لونڈیوں سے حسن سلوک کرنے، ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرنے اور انہیں آزاد کر دینے کو ثواب کا موجب قرار دیا۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَيُّمَا رَجُلٍ كَانَتْ لَهُ جَارِيَةٌ فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا وَأَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ۔ (صحیح بخاری، کتاب العتق بَابُ العَبْدِ إِذَا أَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ وَنَصَحَ سَيِّدَهُ)

یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص کے پاس لونڈی ہو اور وہ اسے نہایت اچھے آداب سکھائے اور پھر اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا۔

رویفع بن ثابت انصاری روایت کرتے ہیں :

سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْقِيَ مَاءَهُ زَرْعَ غَيْرِهِ۔ يَعْنِي إِتْيَانَ الْحَبَالَى۔ وَلَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَقَعَ عَلَى امْرَأَةٍ مِنَ السَّبْيِ حَتَّى يَسْتَبْرِءَهَا وَلَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَبِيعَ مَغْنَمًا حَتَّى يُقْسَمَ۔ (سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فِي وَطْءِ السَّبَايَا)

میں نے رسول اللہ ﷺ کو حنین کے دن فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنا پانی کسی اور کی کھیتی میں لگائے۔ یعنی حاملہ عورتوں سے ازدواجی تعلق قائم کرے۔ اور جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کیلئے جائز نہیں کہ قیدی عورت سے وہ صحبت کرے جب تک کہ استبرائے رحم نہ ہو جائے اور جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کیلئے جائز نہیں کہ وہ مال غنیمت کو تقسیم سے پہلے فروخت کرے۔

پس اصولی بات یہی ہے کہ اسلام انسانوں کو لونڈیاں اور غلام بنانے کے حق میں ہرگز نہیں ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں، اس وقت کے مخصوص حالات میں مجبوراً اس کی وقتی اجازت دی گئی تھی لیکن اسلام نے اور آنحضرت ﷺ نے بڑی حکمت کے ساتھ ان کو بھی آزاد کرنے کی ترغیب دی اور جب تک وہ خود آزادی حاصل نہیں کر لیتے تھے یا انہیں آزاد نہیں کر دیا جاتا تھا، ان سے حسن و احسان کے سلوک کی ہی تاکید فرمائی گئی۔

اور جونہی یہ مخصوص حالات ختم ہو گئے اور ریاستی قوانین نے نئی شکل اختیار کر لی جیسا کہ اب مروج ہے تو اس کے ساتھ ہی لونڈیاں اور غلام بنانے کا جواز بھی ختم ہو گیا۔ اب اسلامی شریعت کی رو سے لونڈی یا غلام رکھنے کا قطعاً کوئی جواز نہیں ہے۔ بلکہ حکم و عدل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اب موجودہ

حالات میں اس کو حرام قرار دیا ہے۔

سوال ایک خاتون نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں تحریر کیا کہ جب ہم کہتے ہیں کہ کسی کی نظر لگ گئی یا مظلوم کی بد دعا سے کوئی پریشانی یا تکلیف پہنچی ہے تو کیا یہ سوچ شرک کے زمرہ میں تو نہیں آتی؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 7/مارچ 2018ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب عطا فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا:

جواب نظر لگنے یا مظلوم کی بد دعا کے اثر ہونے کا شرک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کیونکہ دونوں باتوں میں نتیجہ خدا تعالیٰ کی ذات نکالتی ہے نہ کہ نظر ڈالنے والا یا مظلوم خود کچھ کرتا ہے۔ نظر ڈالنے والے کی طرف سے تو صرف ایک غیر ارادی خواہش کا اظہار ہوتا ہے یا مظلوم کی درد سے ایک آہ اٹھتی ہے جسے خدا تعالیٰ قبول کر کے نتیجہ مترتب فرماتا ہے، لہٰذا ہر دو معاملات کا شرک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں خصوصاً جبکہ دونوں باتیں احادیث نبویہ ﷺ سے ثابت ہیں۔ چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے نصیحت فرمائی کہ اتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ (صحیح بخاری کتاب المظالم والغصب) یعنی مظلوم کی بد دعا سے ڈرو اس لیے کہ اس کی بد دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ اسی طرح حضور ﷺ نے فرمایا الْعَيْنُ حَقٌّ وَنَهَى عَنِ الْوَشْمِ (صحیح بخاری کتاب الطب) یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ نظر کا لگ جانا حق ہے نیز آپ ﷺ نے جسم گدوانے سے منع فرمایا۔

سوال ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں استفسار بھجوایا کہ کیا ایک احمدی مسلمان عورت کیلئے اپنے پاؤں کو پردہ سے باہر رکھنا جائز ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 3/مئی 2018ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب عطا فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا:

جواب قرآن کریم نے جہاں پردہ کے احکامات بیان فرمائے ہیں وہاں پہلے مومن مردوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں۔ اسکے بعد مومن عورتوں کیلئے پردہ کے احکامات بیان فرماتے ہوئے انہیں پہلا حکم یہی دیا کہ مومن عورتیں بھی اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور پھر انہیں کہا کہ وہ اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈال لیا کریں اور اپنی زینتیں ظاہر نہ کیا کریں اور اپنے پاؤں اس طرح نہ ماریں کہ لوگوں پر وہ ظاہر کر دیا جائے جو عورتیں عموماً اپنی زینت میں سے چھپاتی ہیں۔

پاؤں زمین پر نہ مارنے کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اگر پاؤں میں کوئی زیور (پازیب وغیرہ) پہنی ہوئی ہے تو اس کی چھنکار سے لوگوں کی توجہ اس خاتون کی طرف ہو سکتی ہے اور غیروں کی نظریں اس پر اٹھ سکتی ہیں جو پردہ کے حکم کے منافی ہے۔

اسی طرح اگر پاؤں پر مہندی یا نیل پالش وغیرہ لگا کر ان کا سنگھار کیا گیا ہے تو ایسے پاؤں غیر مردوں کیلئے کشش کا موجب ہو سکتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ غیر مردوں کی نظریں ایسی عورت پر اٹھیں گی، جس سے پردہ کے احکامات کی خلاف ورزی ہوگی۔ لیکن اگر پاؤں پر کسی قسم کا بناؤ سنگھار نہیں کیا گیا تو ایسے پاؤں سے چونکہ کوئی کشش پیدا نہیں ہو سکتی ہے اور نہ ہی بے پردگی کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے اگر انہیں پردہ میں نہ بھی رکھا جائے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔

احادیث میں بھی پردہ کے بارہ میں مختلف ہدایات ملتی ہیں۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ نے عورت کے چہرہ اور ہاتھوں کے علاوہ اس کے جسم کے باقی حصہ کے پردہ کا حکم دیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ اگر عورت کے پاس تہ بند نہ ہو تو کیا وہ صرف اوڑھنی اور قمیص میں نماز پڑھ سکتی ہے؟ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ بشرطیکہ اس کی قمیص اتنی لمبی ہو کہ اسکے پاؤں کی پشت کو بھی ڈھک دے۔ ایک روایت میں ہے کہ جنگ احد کے موقعہ پر حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلیمؓ اپنی تہ بند اوپر اٹھا کر پانی کی مشکیں بھر بھر کر لا رہی تھیں اور مردوں کو پانی پلا رہی تھیں، راوی کہتے ہیں کہ اس حالت میں ان کے پاؤں کی پازیبیں دکھائی دے رہی تھیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پردہ سے متعلق قرآنی آیات کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’ایماندار عورتوں کو کہہ دے کہ وہ بھی اپنی آنکھوں کو نامحرم مردوں کے دیکھنے سے بچائیں اور اپنے کانوں کو بھی نامحرموں سے بچائیں یعنی ان کی پرشہوت آوازیں نہ سنیں اور اپنے ستر کی جگہ کو پردہ میں رکھیں اور اپنی زینت کے اعضاء کو کسی غیر محرم پر نہ کھولیں اور اپنی اوڑھنی کو اس طرح سر پر لیں کہ گریبان سے ہو کر سر پر آجائے۔ یعنی گریبان اور دونوں کان اور سر اور کنپٹیاں سب چادر کے پردہ میں رہیں اور اپنے پیروں کو زمین پر ناچنے والوں کی طرح نہ ماریں۔‘‘ (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن، جلد 10، صفحہ 341-342)

شرعی پردہ کو بیان کرتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’شرعی پردہ یہ ہے کہ چادر کو حلقہ کے طور پر کر کے اپنے سر کے بالوں کو کچھ حصہ پیشانی اور زنخدان کے ساتھ بالکل ڈھانک لیں اور ہر ایک زینت کا مقام ڈھانک لیں۔ مثلاً منہ پر اردگرد اس طرح پر چادر ہو (اس جگہ انسان کے چہرہ کی شکل دکھا کر جن مقامات پر پردہ نہیں ہے ان کو کھلا رکھ کر باقی پردہ کے نیچے دکھایا گیا ہے) اس قسم کے پردہ کو انگلستان کی عورتیں آسانی سے برداشت کر سکتی ہیں اور اس طرح پر سیر کرنے میں کچھ حرج نہیں آنکھیں کھلی رہتی ہیں۔‘‘ (ریویو آف ریلیجنز، جلد 4، نمبر 1، صفحہ 17، جنوری 1905ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ غض بصر کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس کا مقصد مرد اور عورت کی نگاہوں کو آپس میں ملنے سے بچانا ہے ورنہ جو عورت بھی باہر نکلے گی اسکے پاؤں اور اسکی چال اور اس کا قد اور اس کے ہاتھوں کی حرکت اور ایسی ہی کئی چیزیں مردوں کو نظر آئیں گی۔ (تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 298)

پس مذکورہ بالا نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کے جسم کا ہر وہ حصہ جو اس کی زینت کے زمرہ میں آتا ہو اور غیر محرم کیلئے کشش کا باعث ہو، عام حالات میں اس کا پردہ کرنا عورت پر لازم ہے۔

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ طلباء جامعہ احمدیہ انڈونیشیا کی 6/نومبر 2020ء کو ہونے والی Virtual ملاقات میں ایک طالب علم نے حضور انور کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انڈونیشین جماعت کو قائم ہوئے 2025ء میں سو سال پورے ہو جائیں گے، ہمیں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کیلئے کیا کرنا چاہئے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اسکے جواب میں فرمایا:

جواب سو سال پورے ہونے پہ آپ یہ ٹارگٹ رکھیں کہ پانچ سال میں آپ نے کم از کم ایک لاکھ بیعتیں کروانی ہیں اور ہر ایک جو احمدی ہے اس کو آپ نے باجماعت نمازی بنانا ہے۔ ہر احمدی کو باقاعدہ قرآن کریم پڑھنے والا بنانا ہے۔ ہر احمدی کو خلافت سے تعلق رکھنے والا بنانا ہے۔ ہر احمدی کو آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے والا بنانا ہے۔ ٹھیک ہے؟ بس یہ کام کر لیں تو بہت کچھ آپ نے کر لیا ہے۔

سوال اسی ملاقات مؤرخہ 6/نومبر 2020ء میں ایک طالب علم نے حضور انور کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ حضور جب طالب علم تھے اور آپ کے سامنے کوئی مشکل آجاتی تھی تو اس وقت آپ کونسی دعائیں کیا کرتے تھے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس سوال کا جواب عطا فرماتے ہوئے فرمایا:

جواب کوئی خاص دعا نہیں ہوتی تھی، بس میں تو سجدہ میں پڑ جاتا تھا اور اللہ تعالیٰ سے کہتا تھا کہ مسئلہ حل کر دے۔ بس نماز اور سجدہ۔ نماز میں سجدہ میں اپنی زبان میں دعائیں کریں جو بھی دعائیں کرنی ہیں۔ انسان اپنی زبان میں جو دعا کرتا ہے اس میں زیادہ رقت پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے باقی دعائیں تو ٹھیک ہے کرنی چاہئیں، درود شریف بھی پڑھنا چاہئے، استغفار بھی پڑھنا چاہیے، لاحول بھی پڑھنا چاہئے، استغفار کرتے ہوئے اپنے گناہوں سے معافی بھی مانگنی چاہئے۔ لیکن سب سے زیادہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ نماز میں سجدہ میں دعائیں کرو۔ نفل پڑھو اور نفلوں میں، سنتوں میں، فرض میں اللہ تعالیٰ کے آگے رو کر سجدہ میں اپنی زبان میں دعا کرو۔ اپنی زبان میں جو دعا ہوتی ہے اس میں زیادہ رقت پیدا ہوتی ہے اور اس سے مسئلے حل ہو جاتے ہیں۔

(مرتبہ: ظہیر احمد خان، مربی سلسلہ، انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن)

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 1/جنوری 2021)

......☆......☆......☆......

اپنی اولاد کی تربیت اس رنگ میں کرنی چاہئے کہ وہ ہمیشہ خلافت کے ساتھ وابستہ رہیں

ارشاد سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ہر ناصر کا خلافت کے ساتھ مضبوط تعلق ہونا چاہئے اور اپنی اولاد کی بھی تربیت اس رنگ میں کرنی چاہئے کہ وہ ہمیشہ خلافت کے ساتھ وابستہ رہیں۔ خلیفہ وقت کی باتوں کو غور سے سنیں۔ ان پر عمل کریں۔ دعائیہ خطوط لکھیں اور خلافت کی برکات اور اہمیت ان پر واضح ہو۔ خلافت بلاشبہ خدا تعالیٰ کا خاص انعام ہے جو جماعت احمدیہ کو عطا ہوا ہے جبکہ باقی دُنیا اس سے محروم ہے۔

(پیغام سیدنا حضور انور برموقع سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ بھارت 2014)

INDIAN ROLLING SHUTTERS
IRS
WHOLESALE DEALER
SUPPLIERS OF ALL SPARES PARTS OF ROLLING SHUTTERS
Specialist in : GEAR & REMOTE SHUTTERS
Prop : HAMEED AHMAD GHOURI
Add : Beside Andhra Bank, Balapur X Road, Hyderabad (T.S)
Mobile : 09849297718

TAHIRA ENTERPRISE
Manufacturer of Leather & Rexine Goods (Belts, Wallets, Ladies Bags,etc)
Prop. : Mashooque Alam, Kolkata (WEST BENGAL)
Mob : 9830464271, 967455863

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب کے لیے کامل نمونہ ہیں اور ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت کی پیروی کرنی چاہئے تا کہ ہم ایک اچھے مسلمان بن سکیں

اگر آپ ایک اچھے احمدی ہیں، پنج وقتہ نماز باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں اور تمام اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو آپ ڈاکٹر، سائنسدان، کھلاڑی اور جو مرضی چاہیں بن سکتے ہیں

ایسے لوگوں کو دوست بنائیں جو اچھی خوبیوں کے مالک ہوں، اگر آپ طالب علم ہیں تو یہ بات بھی مدنظر رکھیں کہ آپ کے دوست پڑھائی میں بھی اچھے ہوں

آسٹریلیا سے تعلق رکھنے والے معیارِ کبیر کے اطفال اور نیشنل عاملہ مجلس اطفال الاحمدیہ کی حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ورچوئل ملاقات

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے سڈنی، کینبرا اور ایڈیلیڈ سے تعلق رکھنے والے معیار کبیر کے اطفال ہمراہ نیشنل عاملہ مجلس اطفال الاحمدیہ آسٹریلیا نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے 10/اکتوبر 2020 کو پہلی آن لائن ملاقات کی سعادت حاصل کی۔

ملاقات کیلئے اطفال مسجد بیت الہدیٰ Sydney کے خلافت ہال میں جمع ہوئے۔ اس ملاقات میں محترم صدر مجلس خدام الاحمدیہ، 9 ممبران نیشنل عاملہ مجلس اطفال الاحمدیہ، 8 ناظمین اطفال اور معیار کبیر کے 62/اطفال موجود تھے۔ ان اطفال میں سے 56 کا تعلق Sydney کی مجالس سے تھا۔ 4/اطفال Canberra سے آئے تھے جبکہ 2 اطفال Adelaide سے بذریعہ جہاز اپنے پیارے آقا سے ملاقات کیلئے پہنچے تھے۔ جیسے جیسے ملاقات کا وقت قریب آتا جا رہا تھا اطفال کی بے قراری بڑھتی جا رہی تھی۔ پیارے آقا کا نورانی چہرہ نمودار ہوتے ہی اطفال کے چہرے خوشی سے دمک اٹھے اور سب نے کھڑے ہو کر سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا استقبال کیا۔ حضور اقدس نے السلام علیکم کی خوبصورت اسلامی دعا دی اور سب کو بیٹھنے کا ارشاد فرمایا۔

تلاوت و نظم کے بعد خاکسار نے مجلس اطفال الاحمدیہ آسٹریلیا کے مختلف شعبہ جات کی کارگزاری رپورٹ حضور انور کی خدمت میں پیش کی۔ اس کے بعد اطفال نے اپنے آقا کی خدمت میں سوالات پیش کیے اور پیارے آقا نے نہایت شفقت سے ان سوالات کے جوابات عطا فرمائے۔

☆ایک طفل نے سوال کیا کہ بچوں کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کو سمجھنا مشکل ہو سکتا ہے لہٰذا کس عمر میں یہ کتب پڑھنا شروع کرنی چاہئیں۔ اس کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ کچھ ایسی کتابیں ہیں جو سمجھنے میں نسبتاً آسان ہیں اس کے علاوہ کچھ کتابیں جن کا انگریزی ترجمہ موجود ہے جس میں کشتی نوح، ملفوظات کی پہلی دو جلدیں، مختلف اقتباسات اور روحانی خزائن کے کچھ حصوں کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

☆ایک طفل نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے انبیاء کا انتخاب کیسے کرتا ہے؟ جس کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی یہ بات سب سے بہتر جانتا ہے اور کچھ لوگ نیک فطرت پیدا ہوتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ بچپن سے ہی ان کی تربیت اس رنگ میں کرتا ہے کہ وہ کبھی بھی کچھ غلط نہیں کرتے۔ اس ضمن میں حضور انور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کے واقعہ کا ذکر کیا جس میں ایک فرشتے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ کھول کر کے قلب اطہر کو صاف کر کے واپس رکھ دیا اور یہ کشفی نظارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھیلنے والے بچوں نے بھی دیکھا۔

☆ایک بچے نے سوال کیا کہ کوئی نیک کام کرنے سے پہلے جب شیطان ہمیں بہکاتا ہے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ تعوذ اور استغفار پڑھیں، ثابت قدم رہیں اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں۔

☆ایک اور طفل نے سوال کیا کہ جب کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آتا ہے تو اسلام کو سچے مذہب کے طور پر ماننا کیوں ضروری ہوتا ہے جبکہ دیگر مذاہب بھی اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں؟ اس کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ دیگر انبیاءؑ اور الہامی کتب چنیدہ اقوام کیلئے تھیں اور تمام انبیاءؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی پیشگوئی کی تھی۔ اسلام وہ واحد مذہب ہے جس کی تعلیمات دنیا کے تمام انسانوں کیلئے ہیں اور قرآن کریم وہ واحد کتاب ہے جس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔

☆ایک طفل نے پیارے آقا سے پوچھا کہ حضور انور کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیوں میں سے سب سے پسندیدہ خوبی کونسی لگتی ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نہایت دلچسپ اور خوبصورت جواب عطا فرمایا کہ جب آپ کسی سے محبت کرتے ہیں تو آپ اس شخص سے جامع طور پر محبت کرتے ہیں اور آپ کو اس شخص کی ہر خوبی ایک سے بڑھ کر ایک لگتی ہے۔ حضور انور نے مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب کے لیے کامل نمونہ ہیں اور ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت کی پیروی کرنی چاہئے تا کہ ہم ایک اچھے مسلمان بن سکیں۔

☆کووِڈ کرائسس (Covid Crisis) کے تعلق میں ایک طفل نے پوچھا کہ کیا گھر میں ادا کی گئی باجماعت نماز بھی مسجد میں ادا کی گئی باجماعت نماز جتنا ثواب رکھتی ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ چونکہ آپ گھر میں باجماعت نماز مجبوری کے تحت ادا کر رہے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ آپ کی نیت کے مطابق ثواب دے گا۔

☆ایک طفل نے اپنے بڑے ہو کر فٹ بال کا کھلاڑی بننے کی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے حضورِ انور سے اس بارے میں رہنمائی چاہی جس کے جواب میں حضورِ انور نے فرمایا کہ اگر آپ ایک اچھے احمدی ہیں، پنج وقتہ نماز باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں اور تمام اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو آپ ڈاکٹر، سائنسدان، کھلاڑی اور جو مرضی چاہیں بن سکتے ہیں۔

☆ایک طفل نے صحبت کے اثر کے تعلق میں پوچھا کہ ہمیں دوست بناتے ہوئے کن خصوصیات کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کو دوست بنائیں جو مخلص، وفادار، ہمدرد اور اچھی خوبیوں کے مالک ہوں اور دہریت کا رجحان نہ رکھتے ہوں۔ نیز فرمایا کہ اگر آپ طالب علم ہیں تو یہ بات بھی مدنظر رکھیں کہ آپ کے دوست پڑھائی میں بھی اچھے ہوں۔

پیارے آقا سے ملاقات کے بعد اطفال، عاملہ ممبران اور ناظمین میں ایک غیر معمولی جوش اور ولولہ نظر آیا۔ سب نے ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

(رضوان احمد، مہتمم اطفال، مجلس خدام الاحمدیہ آسٹریلیا)

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 23/اکتوبر 2020)

......☆......☆......☆......

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ نیشنل مجلسِ عاملہ جماعت احمدیہ کینیڈا کی ورچوئل ملاقات

جماعت احمدیہ کینیڈا کی نیشنل مجلسِ عاملہ کے ممبران اپنے پیارے امام سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ملاقات کرنے اور حضورِ انور سے اپنے مفوضہ شعبہ جات کی بابت براہِ راست رہنمائی حاصل کرنے کی شدید خواہش رکھتے تھے جبکہ موجودہ حالات کے باعث ان کا برطانیہ جانا اور حضورِ انور سے بالمشافہ ملاقات کی سعادت حاصل کرنا بظاہر ممکن نظر نہ آتا تھا۔ لہٰذا پیارے آقا کی خدمتِ اقدس میں محترم امیر صاحب جماعت احمدیہ کینیڈا کی جانب سے نیشنل عاملہ کی ملاقات کی درخواست پیش کی گئی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا اور پیارے حضور نے ازراہ شفقت یہ درخواست قبول فرمائی۔

مورخہ 3/اکتوبر 2020ء کو 12 بجکر 47 منٹ پر اس مبارک تقریب کا انعقاد ہوا۔ اس بابرکت مجلس کے لیے ایوان طاہر کمپلیکس مسجد بیت الاسلام میں 32 ممبران نیشنل مجلسِ عاملہ جماعت احمدیہ کینیڈا جمع ہوئے۔ ملاقات کا مقررہ وقت ایک گھنٹہ طے پایا تھا لیکن حضور انور نے ازراہِ شفقت اپنے قیمتی وقت سے 16/منٹ زائد عنایت فرمائے۔ الحمد للہ علی ذالک!

پیارے حضور نے اس اجلاس کا دعا کے ساتھ آغاز فرمایا۔ بعد ازاں حضورِ انور کی اجازت سے مکرم امیر صاحب نے حضور انور کے آخری دورہ کینیڈا کے بعد بعض امور کی بابت کینیڈا جماعت کی مختصر کارگزاری رپورٹ پیش کی۔ اس رپورٹ کے بعد حضور انور نے مکرم مبلغ انچارج صاحب اور نائب امراء سے رپورٹس لیں۔ اس کے بعد تمام ممبران نیشنل مجلسِ عاملہ نے باری باری اپنا تعارف کروانے کے ساتھ ساتھ اپنے مفوضہ شعبہ کی مختصر رپورٹ حضورِ انور کی خدمت میں پیش کی۔ حضور انور نے تمام ممبران عاملہ کو ان کے شعبہ جات کے متعلق قیمتی ہدایات و رہنمائی نیز عمومی امور سے متعلق نصائح سے بھی نوازا۔

اس بابرکت ملاقات کے دوران حضور انور نے نہایت شفقت اور محبت سے عاملہ ممبران کو اپنی رپورٹس پیش کرنے میں مدد کی۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ حضور انور بھی اپنے عشاق کے ساتھ ایسا دینی تعلق رکھتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ سب ممبران نے ماسک پہن رکھے تھے، حضور انور دورانِ میٹنگ قریباً تمام عاملہ ممبران کو ان کے نام لے کر مخاطب فرماتے رہے۔

یقیناً یہ ملاقات جماعت احمدیہ کینیڈا کے لیے ایک انتہائی مبارک اور تاریخی سنگ میل تھی۔ اللہ تعالیٰ تمام دنیا کے احمدیوں کو اپنے پیارے امام حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے مثالی احمدی مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے اور وہ دن جلد آئیں جب ہم اپنے پیارے آقا کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی روح کی تسکین کا سامان کر سکیں۔ آمین!

(رپورٹ از: صبیح ناصر جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ کینیڈا)

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 9/اکتوبر 2020)

......☆......☆......☆......

بعض صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایمان افروز واقعات کا تذکرہ جنہیں خدا تعالیٰ نے ان کی نیک فطرت کے باعث الہام اور رؤیا کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی خبر دی

یہ واقعات جہاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ثبوت ہیں وہاں ہمارے لئے اِزدیادِ ایمان کا بھی باعث ہیں

اللہ تعالیٰ اِن صحابہ کی اولادوں کو بھی اپنے باپ دادوں کی قربانیوں اور نیکیوں کو جاری رکھنے اور اُن کی لاج رکھنے کی توفیق عطا فرمائے

حدیقۃ المہدی (آلٹن) میں جلسہ سالانہ یوکے (UK) کے موقع پر 7/ستمبر 2012ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا افتتاحی خطاب

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی جماعت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ”یہ قوم جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے، وہ قوم ہے کہ خدا تعالیٰ اس پر بڑے بڑے فضل کرے گا۔“ (ملفوظات، جلد 4، صفحہ 145، ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر آپ نے ایک جگہ فرمایا: ”ہماری جماعت میں بھی ہزار ہا ایسے آدمی ہیں جن کو الہام اور رؤیا کے ذریعہ سے یہ اطلاع ملی ہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبانِ مبارک سے تصدیق کی ہے کہ یہ سلسلہ منجانب اللہ ہے اور یہی ذریعہ اُن کی بیعت کا ہوا ہے۔“ (ملفوظات، جلد 4، صفحہ 233، ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

اِس وقت مَیں اُن چند لوگوں کا ذکر کروں گا یا اُن کے واقعات بیان کروں گا جن کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے بنایا یا اُس قوم میں شامل کیا جس کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور اُن پر اُس کے فضل ہوئے اور اُن پر بھی ہوتے رہیں گے جو اس قوم کا حصہ بنتے رہیں گے۔ یہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں اس قوم کا حصہ بنے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے بنایا، اُن لوگوں کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ انہوں نے امام الزمان کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کی۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے صحابہ سے ملنے کا درجہ پایا۔ اُن لوگوں کی بیعت سے پہلے کی زندگیاں بھی ایسی تھیں کہ جب اُن کے واقعات پڑھو تو لگتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اُن کی خوبیوں کی وجہ سے ہی جو اُن میں پہلے سے موجود تھیں، پکڑ کر اپنے مامور کے قدموں میں لا ڈالا۔ جیسا کہ میں نے کہا، اس وقت میں اُن لوگوں کے چند واقعات آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں جنہوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، جو یقیناً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا بھی ایک ثبوت ہے اور ہمارے لئے ازدیادِ ایمان کا باعث بھی ہے۔

پہلی روایت جو مَیں نے لی ہے یہ حضرت میاں عبدالرزاق صاحبؓ کی ہے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ 1900ء میں (سن انیس سو میں) مَیں کچھ بیمار ہو گیا تھا۔ آٹھ دن کے بعد میں چلنے پھرنے لگ گیا۔ اُن دنوں مَیں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میری چارپائی پر بیٹھے ہیں اور ساتھ ہی کوئی تحریر کرتے ہیں کہ یہ حضرت مرزا صاحب ہیں۔ اسکے بعد کہتے ہیں کہ میں تجارتی کاروبار کیلئے دہلی چلا گیا۔ اُن دنوں میں بارش بہت ہوتی تھی۔ مجھ کو کبھی کبھی بخار بھی ہو جاتا تھا۔ واپسی پر کہتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ میں قادیان جا کر حضرت خلیفہ نورالدین صاحب کے آگے اپنی بیماری کی حالت بتا کر علاج کا بندوبست کروں۔ پھر مَیں قادیان سیدھا آ گیا اور صبح سے لے کر بارہ بجے تک مولوی صاحب بیماروں کو دیکھتے رہے۔ جب میری باری آئی تو خود ہی میرے دل میں خیال آیا کہ مجھے بیماری تو کوئی ایسی ہے نہیں اس لئے اپنی بیماری کا ذکر نہیں کیا۔ اتنے میں مسجد مبارک میں اذان ہوئی۔ مَیں نماز پڑھنے چلا گیا۔ اندر سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے۔ جب مَیں نے حضرت صاحب کو نماز پڑھتے دیکھا تو مَیں نے سوچا کہ یہ چہرہ جھوٹ بولنے والا نہیں ہے۔ اس سے پہلے مَیں لوگوں کی بحثیں سنتا تھا۔ اُس وقت یہ خیال آیا کہ لوگ جھوٹ بہتان لگاتے ہیں۔ اُسی وقت فوراً دل نے گواہی دی کہ اس وقت بیعت کر لو۔ اگر کوئی بات قرآن و حدیث کے خلاف ہوئی، پھر بھی پتہ لگ جائے گا۔ اُسی وقت حضرت صاحب نماز کے بعد اندر تشریف لے گئے تو میں مولوی عبدالکریم صاحب کے پاس جا بیٹھا۔ مَیں مولوی عبدالکریم صاحب کو جانتا تھا مگر مجھے وہ نہ پہچان سکے۔ جب مَیں نے سیالکوٹ کا ذکر کیا اور اپنے والد صاحب کا نام لیا تو خوشی سے فرمانے لگے کہ آپ تو میرے دوست کے لڑکے ہیں۔ پھر مَیں نے عرض کیا کہ میری بیعت کروا دی جائے۔ انہوں نے کہا کچھ دن یہاں رہو۔ سوچ سمجھ کر بیعت کرو۔ مَیں نے اصرار کیا بہت دنوں سے گھر سے آیا ہوا ہوں، میری آج بیعت کروا دیں تو چلا جاؤں۔ انہوں نے کہا کہ شام کے وقت آپ کیلئے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کر دیں گے۔ شام کے وقت نماز کے بعد حضرت صاحب شاہ نشین پر بیٹھ گئے اور مولوی عبدالکریم صاحب بھی ساتھ بیٹھ گئے اور مَیں حضرت صاحب کے پاؤں دبانے لگ گیا۔ جناب مولوی صاحب نے میرے لئے عرض کی کہ یہ ہمارے ہمسائے اور میرے دوست کے لڑکے ہیں، ان کی بیعت ہو جانی چاہئے۔ حضرت صاحب نے فرمایا یہ کب آئے ہیں۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ آج آئے ہیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کچھ دن ٹھہریں پھر بیعت ہو گی۔ مولوی صاحب نے کہا میں نے آگے (پہلے) اس کو کہا تھا مگر وہ کاروبار کی وجہ سے جلدی جانا چاہتا ہے۔ حضرت صاحب نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا یہاں کچھ دن ٹھہرو۔ میں نے کہا کل کا دن انشاء اللہ ٹھہر جاؤں گا۔ (چنانچہ اگلے دن ان کی بیعت ہوئی) (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ، غیر مطبوعہ جلد 5، صفحہ 88-89، روایت حضرت میاں عبدالرزاق صاحبؓ)

مولوی مہر الدین صاحب شاگرد حضرت مولوی برہان الدین صاحبؓ جہلمی (ان کے بارے میں) بیان کرتے ہیں کہ مَیں ایک روز حسبِ معمول جہلم سبق کیلئے مولوی صاحب کے ہاں حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ آپ ڈپٹی راجہ جہانداد خان صاحب کی کوٹھی پر گئے ہوئے ہیں۔ میں اپنا سامان شیخ قمر الدین صاحب کی دوکان پر رکھ کر ڈپٹی صاحب کی کوٹھی پر پہنچا۔ دروازے پر اُن کا نوکر کھڑا تھا۔ میں نے اُس سے کہا کہ اندر جاؤ اور جو لال داڑھی والا انسان (یعنی مولوی برہان الدین صاحب) بیٹھا ہے اُس کو جا کر کہو کہ مہر دین لالہ موسیٰ سے آیا ہے۔ السلام علیکم عرض کرتا ہے۔ جواب میں آپ نے پیغام بھیجا کہ اُس کو اندر آنے دو۔ میں نے وہاں پہنچ کر السلام علیکم کہا۔ پھر راجہ جہانداد نے کہا کہ یہ بھی احمدی ہے؟ مَیں نے کہا ہاں۔ انشاء اللہ اپنے اعتقاد کے لحاظ سے مولوی صاحب سے آگے ہوں۔ اس نے کہا کہ بھائی محمدی کیوں نہ رہا؟ مَیں نے کہا کہ اب احمدیت کا وقت ہے۔ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد بھی ہے اور احمد بھی ہے۔ مطلب یہ تھا کہ یہ زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احمدیت کی شان دکھانے کا زمانہ ہے۔ یہ غیر احمدی تو ہمیں پہلے ہی مرزائی قادیانی کہتے تھے۔ اب گزشتہ دنوں ایک رپورٹ آئی کہ مولوی نے بڑے زور سے یہ تقریر کی ہے کہ انکو کبھی احمدی نہ کہو۔ احمدی ہونے کا مطلب تو یہ ہے کہ یہ مسلمان ہو گئے۔ ان کو قادیانی یا مرزائی کہا کرو۔ تو بہرحال کہتے ہیں مَیں نے اُنہیں کہا اب احمدیت کا وقت ہے) مولوی صاحب نے فرمایا کہ کیا گاڑی میں کچھ وقت ہے۔ میں نے عرض کیا کہ پندرہ منٹ ہیں۔ راجہ صاحب نے کہا کہ آج تم نہ جاؤ۔ یہاں ہی رہ جاؤ۔ میں نے کہا کہ وجود وقف کر دیا ہوا ہے اس لئے مَیں رہ نہیں سکتا۔ اس جگہ پر ایک سید صاحب بھی تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق مولوی صاحب سے مناظرہ کر رہے تھے اور راجہ پینڈے خان صاحب دارا پوری بھی وہاں موجود تھے۔ سید صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب! آپ مرزا صاحب کے فریب میں آ گئے۔ کیونکہ آپ کو مرزا صاحب نے کہا کہ مجھے آپ کے متعلق الہام ہوا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ یہ بات نہیں بلکہ جب مرزا صاحب نے براہینِ احمدیہ کتاب لکھی۔ مَیں نے اس کتاب کو پڑھا تو مَیں نے خیال کیا کہ یہ شخص آئندہ کچھ ہونے والا ہے۔ اس لئے میں اس کو دیکھ آؤں۔ مَیں اُن کو دیکھنے کیلئے قادیان پہنچا تو مجھے علم ہوا کہ آپ ہوشیار پور تشریف لے گئے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ بار بار آنا مشکل ہے۔ اس لئے ہوشیار پور جا کر دیکھ آؤں۔ مَیں نے اُن کا پتہ پوچھا تو کسی نے بتلایا کہ جس بیل گاڑی پر گئے ہیں اُس کے بیل سفید ہوں گے، واپس آ رہی ہو گی، اُن سے راستہ پوچھ لینا کہ کہاں ہیں۔ کہتے ہیں دریا کراس (Cross) کرنا تھا۔ جب ہم دریا میں بیٹھے تو بیل گاڑی کی جو کشتی تھی وہ ہمارے سے کچھ فاصلے پر گزر گئی جس سے مَیں راستہ معلوم نہ کر سکا۔ خیر جب مَیں ہوشیار پور پہنچا تو مرزا اسماعیل بیگ حضور کے ہمراہ بطور خادم تھے۔ حضور کو انگریزی میں الہام ہوا تھا جسکا ترجمہ کروانے کیلئے وہ جا رہے تھے کہ مجھے ملے۔ مَیں نے اُن سے پوچھا کہ مرزا صاحب کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ شہر میں تلاش کر لیں۔ کہتے ہیں کہ معلوم نہیں کہ حضرت صاحب نے (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے) منع کیا تھا یا کوئی اور بات تھی کہ مجھے انہوں نے پتہ نہیں بتایا۔ آخر مَیں پوچھ کر آپ کے مکان پر پہنچا اور دستک دی۔ خادم آیا اور پوچھا کون ہے۔ مَیں نے کہا برہان الدین جہلم سے حضرت مرزا صاحب کو ملنے کیلئے آیا ہے۔ اُس نے کہا کہ ٹھہر جاؤ میں اجازت لے لوں۔ جب وہ پوچھنے گیا تو مجھے اُسی وقت فارسی میں الہام ہوا کہ جہاں تم نے پہنچنا تھا پہنچ گیا ہے اب یہاں سے نہیں ہٹنا۔ خادم کو حضرت صاحب نے فرمایا کہ ابھی مجھے فرصت نہیں۔ اُن کو کہہ دیں پھر آئیں۔ خادم نے جب مجھے یہ بتلایا تو مَیں نے کہا کہ میرے گھر دور ہیں مَیں یہاں ہی بیٹھتا ہوں۔ جب فرصت ملے گی تب ہی سہی۔ جب خادم یہ کہنے کیلئے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت صاحب کو بھی عربی میں الہام ہوا کہ مہمان آوے تو مہمان نوازی کرنی چاہئے۔ جس پر حضرت صاحب نے خادم کو حکم دیا کہ جاؤ اور جلدی سے دروازہ کھول دو۔ میں جب حاضر ہوا تو حضور بہت خندہ پیشانی سے مجھے ملے اور فرمایا کہ ابھی مجھے یہ الہام ہوا ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ مجھے فارسی میں یہ الہام ہوا کہ اس جگہ سے جانا نہیں۔ مَیں چند دن حضرت صاحب کے پاس رہا اور حضرت صاحب کے حالات دیکھے کہ تین تین وقت تک آپ نے کھانا نہیں کھایا اور نماز کے وقت جلدی سے باہر تشریف لاتے اور فرماتے کہ تھوڑا پانی لاؤ میں نے وضو کرنا ہے۔ نماز ہمارے ساتھ ادا کر کے پھر اندر تشریف لے جاتے۔ وہاں مرزا اعظم بیگ ہوشیار پوری مہتمم بندوبست تھا۔ وہ میرا واقف تھا۔ میں اُن سے ملنے کیلئے گیا۔ اُس نے پوچھا کہ مولوی جی آپ کیسے آئے تو میں نے کہا حضرت مرزا صاحب کو دیکھنے کیلئے آیا ہوں۔ اُس نے پوچھا کونسے مرزا صاحب؟ میں نے کہا مرزا غلام احمد قادیانی۔ اُس نے کہا کہ آدمی تو بہت اچھا تھا لیکن خراب ہو گیا ہے۔ میں نے کہا کس طرح؟ اُس نے کہا کہ بچپن کی حالت میں ہی لڑکوں سے کھیلا نہیں کرتا تھا۔ اس کا والد اُس پر ناراض ہی رہتا تھا کہ تم باہر ہی نہیں نکلتے۔ میں نے کہا الحمد للہ۔ اُس نے کہا کہ الحمد للہ کا کونسا موقع ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت کیا ہے؟ مَیں نے کہا جس زمانے کا میں واقف نہیں تھا اُسکے متعلق تم نے شہادت دے دی کہ آپ بچپن میں ہی نیک تھے اور موجودہ حالت میں نے خود دیکھ لی ہے۔ اُس نے کہا کہ موجودہ حالت آپ نے کیا دیکھی ہے؟ مَیں نے کہا کہ تین تین وقت کھانا نہیں کھاتے اور نماز با قاعدہ ہمارے ساتھ پڑھتے ہیں اور باقی وقت تنہائی میں رہتے ہیں۔ عصر کے وقت کوٹھے پر اس تیزی سے ٹہلتے ہیں جیسے کوئی پچاس میل کا سفر کرنا ہے۔ میرا قیافہ یہ بات کہتا ہے کہ یہ دور پہنچنے والا آدمی ہے۔ اُس نے کہا کہ خراب اس لئے ہو گیا ہے کہ کہتا ہے کہ نجات میرے قدموں میں ہے۔ میں نے کہا کس جگہ کہا ہے؟ اُس نے کہا کہ اشتہار دیا ہوا ہے۔ میں نے کہا وہ اشتہار لاویں۔ دوسرے دن وہ اشتہار لے آئے جس کو میں نے پڑھا۔ اشتہار وہ تھا جو براہین احمدیہ کے متعلق حضرت نے

دیا تھا۔ یعنی یہ اشتہار تھا کہ قرآن خدا کی کتاب ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسکے رسول ہیں۔ مَیں اُسکی صداقت پر تین صد دلیلیں دیتا ہوں۔ جو شخص میرے دلائل کے رُبع کو توڑ دے، چوتھا حصہ بھی توڑ دے تو میں اُس کو دس ہزار کی جائیداد پر قبضہ دے دوں گا۔ مَیں نے کہا آپ کو یہ دھوکہ لگ گیا ہے۔ جب وہ جائیداد پر قبضہ دینے کو تیار ہے تو فنا فی الرسول ہو چکا ہے اور اُسکے قدم اپنے نہ رہے بلکہ رسول کے قدم ہو گئے۔ اُس نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی اُسکی امّت میں ہو گئے ہو۔ میں نے کہا کہ میں تو تیار ہوں لیکن ابھی وہ بناتے نہیں۔ کیونکہ بیعت ابھی شروع نہیں ہوئی تھی۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ، غیر مطبوعہ جلد 3، صفحہ 222 تا 225، روایات مولوی برہان الدین صاحب جہلمی بیان کردہ مولوی مہر الدین صاحب شاگرد)

لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ زبردستی یا بیوقوف لوگ بیعت کر لیتے تھے۔ حالانکہ بڑے بڑے علماء تھے جو بیعت کرنے والے تھے اور اُن کی بیعت کی جو حالت ہے وہ دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آجکل کے علماء تو ان کے پاسنگ بھی نہیں ہیں۔

پھر حضرت بہاول شاہ صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ جب مَیں بٹالہ سے چلا اور لوگوں سے مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت حالات دریافت کرنے شروع کئے تو جو بھی ملتا وہ یہی کہتا کہ وہاں مت جاؤ۔ وہ ایسے ہیں، ویسے ہیں۔ تم بھی برے یعنی کافر ہو جاؤ گے۔ مگر مَیں اُن کو کہتا کہ اب تو مَیں آ گیا ہوں۔ جو بھی خدا کرے۔ اگر سچ ہوا تو پھر مَیں خدا کے فضل سے مولویوں سے ہرگز نہیں ڈرتا۔ آخر میں 11 ستمبر 1898ء کو دارالامان پہنچا۔ تھوڑا سا دن باقی تھا۔ حضور مسیح موعود علیہ السلام مسجد مبارک کے اوپر تشریف فرما تھے۔ حضرت خلیفہ اول، مولوی عبدالکریم صاحب، مفتی محمد صادق صاحب اور بھی چند اصحاب حاضر خدمت تھے۔ ایک مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم لدھیانوی سیڑھیوں کے قریب مسجد مبارک کے اوپر کھڑے تھے۔ یہ مولوی عبدالحق صاحب کے صَرف ونحو کے استاد تھے اور مجھ سے بھی واقف تھے۔ وہ بڑی خوشی سے اور تپاک سے مجھ سے ملے اور مجھے اُنہیں دیکھ کر بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ انہوں نے فرمایا کہ تم بیعت کرنے کیلئے آئے ہو؟ میں نے کہا دعا کروانے کیلئے آیا ہوں۔ پھر فرمایا کہ تم مولویوں سے ڈرتے ہو؟ میں نے کہا نہیں مولویوں سے تو نہیں ڈرتا۔ حضور کی سچائی تو مجھے حضور کے چہرہ مبارک کو دیکھنے سے ہی ظاہر ہوگئی کہ ”یہ منہ جھوٹے والا نہیں۔“ اتنے میں سورج غروب ہونے کے قریب چلا گیا۔ ایک اور شخص کئی روز سے حضور کی خدمت میں بیعت کیلئے آیا ہوا تھا، اُس نے عرض کیا کہ حضور میری بیعت لے لیں۔ میں نے گھر کو واپس جانا ہے۔ حضور نے جواب فرمایا کہ اور ٹھہرو، خوب تسلی کرنی چاہئے۔ پھر اور باتوں میں مشغول ہو گئے۔ مولوی عبدالقادر صاحب نے میری نسبت حضور کی خدمت میں خود ہی عرض کیا کہ یہ شخص بیعت کرنا چاہتا ہے۔ حضور اُسی وقت جو کسی قدر اونچے بیٹھے تھے، نیچے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ آؤ جس نے بیعت کرنی ہے۔ وہ شخص تو پہلے ہی پاس بیٹھا ہوا تھا۔ میں سیڑھیوں پر سے کھڑا حضور کی طرف چلا۔ دو تین ہاتھ کے فاصلے پر رہا تو میرے دل پر ایسی کشش ہوئی جیسے کوئی رسّہ ڈال کے اپنی طرف کھینچتا ہے۔ میری چیخیں نکل گئیں اور بے اختیار ہو کر حضور کے پاس بیٹھا اور خوشی سے حضور کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے اور ہم دونوں شخصوں نے بیعت کی اور بعد میں حضور سے مقدمے کے بارے میں دعا کیلئے عرض کیا۔ (ان کا کوئی مقدمہ بھی تھا) حضور نے دعا کی۔ اس کے بعد میں دس روز تک حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں ٹھہرا اور اُس وقت ہم لوگ حضور علیہ السلام کے ایک ہی دستر خوان پر کھانا کھایا کرتے تھے۔ حضور علیہ السلام کا چہرہ مبارک ایسا روشن تھا کہ سب خَلق سے نیارا، الگ اور علیحدہ اور ممتاز تھا اور روشنی کی جوت کو مات کرتا تھا۔ حضور سے اور قادیان سے ایسی محبت ہوگئی کہ واپس گھر جانے کو جی نہ چاہتا تھا۔ قادیان بالکل بہشت کا نمونہ دکھائی دیتا تھا۔ یہاں ہر وقت سوائے خدا کے ذکر کے دنیا کے ذکر وفکر کی آواز تک سنائی نہ دیتی تھی۔ ہر طرف سے سَلَامًا سَلَامًا کی آواز آتی تھی۔ میرے سارے غم واندوہ دور ہو گئے۔ اُس وقت حضور علیہ السلام پر قتل کا جھوٹا مقدمہ جو پادریوں کی سازش سے ایک لڑکے کے ذریعے چل رہا تھا یا چل چکا تھا۔ میں بھی اُس وقت لڑکا تھا۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب اور ایک اور صاحب نے از روئے مصلحت مجھے فرمایا کہ آپ نے حضرت صاحب کی بیعت اور زیارت کر لی ہے۔ اب آپ گھر کو جائیے۔ پھر کسی وقت آ کر زیارت کر لینا۔ اس حکم پر میں دوسرے روز گھر کو واپس ہو گیا۔ بیعت کرنے پر میری حالت بالکل تبدیل ہوگئی۔ خدا کے ساتھ ایسی محبت اور عشق پیدا ہو گیا کہ رات دن سوائے اُس کے ذکر کے سونے کو بھی دل نہ چاہتا تھا۔ اگر سوتا تھا تو دھڑ دھڑا کر، گھبرا کر اُٹھتا تھا جیسے کوئی اپنے پیارے سے علیحدہ ہو گیا ہوتا ہے۔ میرے دل کی عجیب حالت تھی۔ گاہ گاہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی دل کو پکڑ کر دھوتا ہے۔ خشوع وخضوع ہر روز بڑھتا جاتا تھا۔ یہ حضور کی توجہ کا اثر تھا۔ ایک دن خشوع کی حالت میں ایسا معلوم ہوا کہ میرا دل چیرا گیا اور اُس کو اُٹھا کر دھو دیا گیا اور ایک نئی روح اُس میں داخل ہوگئی ہے جسے روح القدس کہتے ہیں۔ میری حالت حاملہ عورت کی طرح ہوگئی۔ مجھے اپنے پیٹ میں بچہ سا معلوم ہوتا تھا۔ میرا وجود ایک لذت سے بھر گیا اور نورانی ہو گیا اور نور سینے میں دوڑتا معلوم ہوتا تھا۔ ذکر کے وقت زبان میں ایسی لذت پیدا ہوتی تھی جو کسی چیز میں وہ لذت نہیں تھی۔ میرے پیچھے نماز پڑھنے والوں کو بھی نماز میں بہت لذت آتی تھی اور خوش ہو کر کہتے تھے کہ کیسی اچھی نماز پڑھائی ہے۔

یہ پاک تبدیلیاں تھیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ کر اُن لوگوں میں پیدا ہوئیں۔

جس مقدمے کا انہوں نے پہلے ذکر کیا ہے کہتے ہیں مقدمہ تو خدا کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں سے میرے قادیان دارالامان پہنچتے ہی ختم ہو گیا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچانے کیلئے ایک سبب بنایا تھا جسکے ذریعے اپنے ناچیز بندے کو آسمانوں کی سیر کرائی اور اپنے دیدار سے مشرف فرمایا۔ میں مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں اور مخالفوں کی کتابوں کو لے کر اکیلا مسجد میں بیٹھتا اور خوب غور سے مطالعہ کرتا۔ حضور مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل کو قرآن شریف کی آیتوں کے مطابق پاتا۔ ایک دن میں ایک مخالف کی کتاب دیکھ رہا تھا اور دل میں حیران ہو رہا تھا کہ یہ کیسے عالم ہیں جو ایسی کتابیں لکھ رہے ہیں۔ یہ خیال آتے ہی نیند آ گئی اور سو گیا اور الہام ہوا۔ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ۔ یہ الہام میرے دل پر اس طرح داخل ہوا جیسے کوئی چیز نالی کے راستے داخل ہوتی ہے اور دل پر آتے ہی زبان پر جاری ہو گیا اور اس الہام کے یہ معنی سمجھائے گئے کہ یہ عالم ایک ایسی قوم ہیں جب ان کے پاس ڈرانے والی قوم آئی (یعنی نبی) تو یہ تعجب ہی کرتے رہے ہیں۔ میں اپنے الہاموں اور خوابوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں لکھتا رہتا تھا۔ اب دیر ہونے کے سبب وہ سب یاد نہیں رہے۔ کچھ کا انہوں نے ذکر کیا ہے۔ اب بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں پر مولوی جو اعتراض کرتے ہیں تو اس لئے کہ وہ لوگ صرف اعتراض کی چیزیں تلاش کرنا چاہتے ہیں اور آجکل ٹی وی چینل پر بھی اس کا پروپیگنڈہ ہوتا ہے، غلط رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ جب ہمارے جو لوگ ہیں (ٹیمیں بنائی گئی ہیں) جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں تو اُن کے ٹیلیفون بند کر دیئے جاتے ہیں اس لئے کہ اُن کے پاس جواب نہیں۔ بہرحال فرماتے ہیں کہ اُن کا ایک الہام یہ بھی ہے کہ دیکھو مرزا مزار میرا، مل کھلا دربار تیرا۔ اس وقت میں سارے قرآن شریف پر حاوی تھا۔ جب کوئی کسی قسم کا اعتراض مسیح موعود علیہ السلام پر کرتا، اُسکے جواب کیلئے جھٹ قرآنِ شریف کی آیت میرے سامنے آ جاتی اور میں قرآنِ شریف سے اسکا جواب دیتا۔ ایک دفعہ ایک مولوی میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت قرآنِ شریف سے دکھاؤ جہاں موت کا لفظ آیا ہو۔ میں نے کہا دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ (النساء:160) یعنی اب کوئی بھی اہل کتاب قرآنِ شریف کے اس فیصلہ کو پڑھ کر کہ عیسیٰ علیہ السلام سولی اور قتل کی موت سے نہیں مرے بلکہ اپنی طبعی موت سے مرے ہیں۔ طبعی موت پر ایمان لانے سے پہلے اس بات پر ایمان لائیں گے کہ سولی اور قتل کی موت سے نہیں مرے۔ یہ علمی بحث اُن کی شروع ہوگئی کہ بِهٖ کی ضمیر وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ کی طرف ہے اور مَوْتِهٖ سے عیسیٰ علیہ السلام کی طبعی موت مراد ہے جس کی عیسیٰ علیہ السلام قیامت کو گواہی دیں گے کہ میں سولی اور قتل کی موت سے نہیں مرا بلکہ قرآنِ شریف کے فیصلہ کے مطابق طبعی موت سے مرا ہوں۔ وہ مولوی اس بات کو سن کر جھٹ بھاگ گیا۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ، غیر مطبوعہ، جلد 4، صفحہ 108 تا 112)

حضرت جان محمد صاحبؓ ولد عبدالغفار صاحب ڈسکوی فرماتے ہیں کہ ڈسکہ پہنچ کر ضمیر نے ملامت کی کہ زندگی کا کیا اعتبار ہے۔ پھر دل میں آیا کہ استخارہ کر لینا چاہئے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا فرمان مبارک ہے کہ ہر ایک کام میں استخارہ کر لینا چاہئے۔ سجدہ میں رب العالمین کے حضور گڑ گڑا کر دعائیں کرنی شروع کیں۔ الٰہی تو ہادی ہے۔ اگر یہ سلسلہ تیری ہی طرف سے ہے تو مجھے ہدایت دے اور میری رہنمائی کر۔ چند روز کے بعد میرے مرشد حضرت پیر حسنین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ المہاروی نقشبندی مجددی، آپ کا وصال ہو چکا ہوا تھا، خواب میں نہایت محبت سے جیسا کہ اپنی زندگی میں پیش آیا کرتے تھے ملے اور فرمایا کہ آج اُن کا راج ہے فوراً بیعت کر لے۔ پھر چند روز کے بعد ایک نورانی بزرگ بمعہ حضرت شاہ صاحب ایک جگہ تشریف فرما دیکھے۔ حضرت شاہ صاحب مؤدب دو زانو ان نورانی بزرگ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ اُن بزرگ نے حضرت شاہ صاحب کو میری طرف اشارہ کر کے فرمایا آپ نے اس شخص کو بیعت کیلئے نہیں کہا۔ شاہ صاحب نے جواباً عرض کیا کہ میں نے ان کو تاکیداً کہہ دیا ہے مگر معلوم نہیں کہ یہ کیا سوچ رہا ہے۔ پھر نورانی بزرگ نے فرمایا کہ ان کو کہہ دیں کہ جلدی بیعت کر لے ورنہ پچھتائے گا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔ پھر چند روز کے بعد تیسرے بزرگ جن کے نورانی چہرے کی میں تاب نہ لا سکا، بمعہ پہلے دو بزرگوں کے رؤیاء میں دیکھے۔ اور پہلے دونوں بزرگ تیسرے بزرگ کے حضور مؤدّب بیٹھے تھے۔ یہ تیسرے بزرگ دوسرے سے مخاطب ہوئے اور فرمایا۔ آپ نے شاہ صاحب سے نہیں کہا کہ اس شخص کو بیعت کرنے کی تاکید کریں۔ دوسرے بزرگ نے عرض کیا کہ شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ میں نے کہہ دیا ہے مگر خبر نہیں یہ کس سوچ میں ہے۔ اسکے بعد تیسرے بزرگ نے نہایت رعب دار آواز میں فرمایا۔ جلدی بیعت کر لے ورنہ پچھتائے گا۔ آپ نے ایسے زور سے فرمایا کہ میں کانپ کر اُٹھ بیٹھا۔ میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ آپ کیوں کانپ اُٹھے ہیں؟ میں نے حقیقت اُس سے بیان کی تو میری بیوی نے کہا جب آپ کو بار بار بیعت کی تاکید ہوتی ہے تو پھر آپ کیوں بیعت نہیں کر لیتے؟ یہ فروری 1901ء تھا اور وہ مردم شماری کے دن تھے، میں نے پٹواری کو مذہب کے فرقے کے خانے میں احمدی لکھوا دیا کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعلان کر دیا ہوا تھا جو میں نے اخبار الحکم میں پڑھا تھا کہ اس مردم شماری میں جو احمدی ہیں یا احمدیت کے قریب ہیں وہ مذہب کے فرقے کے خانے میں احمدی درج کرائیں تا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں میں وہ بھی آ جائیں۔ میں نے اپنے بیوی بچوں کے نام بھی احمدی لکھوا دیئے۔ کہتے ہیں کہ 25 اپریل 1901ء میں مَیں دس روز کی رخصت لے کر قادیان دارالامان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جَرِیُ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُن دنوں حضور پُرنور کی صحت خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے بہت اچھی تھی۔ جناب مسجد مبارک کی چھت پر حلقہ خدام میں نماز مغرب کے بعد عشاء کی نماز تک شاہ نشین پر آرام فرماتے اور کلماتِ طیبات سنایا کرتے تھے۔ گویا عجیب نورانی وقت گزرتا تھا۔ جب حضور انور نماز مغرب کے بعد شاہ نشین پر رونق افروز ہوئے تو اس احقر العباد نے مؤدبانہ کھڑے ہو کر بیعت کی درخواست کی۔ حضرت اقدس دُرّ افشاں نے فرمایا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ اس عاجز نے عرض کیا کہ حضور! میں اینگلو ورنیکلر مڈل سکول ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں اوّل مدرس فارسی ہوں۔ حضور نے فرمایا پھر آپ رخصت لے کر آئے ہوں گے۔ میں نے عرض کیا کہ کل سے دس روز کی رخصت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بہت دن ہیں، آپ یہیں ٹھہریں، میں بیٹھ گیا اور میرا ایمان بڑھ گیا اور دل نے گواہی دی کہ حضور صادق ہیں اور صحبت سے فیضیاب ہونے کا سبق سکھاتے ہیں۔ پانچ روز گزرنے کے بعد پھر میں نے بیعت کی درخواست کی۔ حضور اقدس نے فرمایا آپ کی رخصت میں کتنے دن باقی ہیں۔ میں نے عرض کیا پانچ دن۔ حضرت نے فرمایا بہت دن ہیں اور ٹھہریں۔ حضور نے ان دنوں ایسے ایسے کلمات طیبات ارشاد فرمائے جن باتوں کی نسبت میں پوچھنا چاہتا تھا وہ اکثر ان دنوں حل ہو گئیں اور مجھے سوال کرنے کی نوبت نہ آئی۔ میں حضور کے بہت نزدیک بیٹھا کرتا تھا، اس خیال سے کہ حضور کے لباسِ مبارک سے برکت حاصل کروں اور جسمِ مبارک کو چھوا کروں۔ اس لئے جب کبھی موقع ملتا، قدمِ مبارک بھی دبایا کرتا تھا۔ جب رخصت کا ایک دن باقی رہا تو اس پُر تقصیر گناہگار نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ حضور میری رخصت کا ایک دن باقی ہے اور پرسوں میں نے اسکول میں حاضر ہونا ہے، میری بیعت منظور فرمائی جائے۔ حضور پُرنور نے فرمایا آ جائیں۔ حضور نے ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت لی اور دعا فرمائی۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ، غیر مطبوعہ، جلد 7، صفحہ 38-37)

حضرت غلام مجتبیٰ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولد مولوی محمد بخش صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ مجھے متعدد مرتبہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں مختلف پیرائیوں میں ہوئی۔ ایک دفعہ تو میں مدینہ مکرمہ میں پہنچا اور وضو کر کے دو نفل پڑھے اور روضۂ مبارک کے پاس پہنچا تو وہاں نور کے ہلّے جیسے سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہے چل رہے تھے۔ میں بھی اُنہی میں داخل ہو کر ویسی ہی ٹھاٹھوں میں شامل ہو گیا اور پھر بھی نظارہ مجھے بیداری میں

ہوا جبکہ میں مغرب کی نماز کے بعد نفل پڑھ رہا تھا۔ پس مَیں جب 1906ء میں رخصت پر آیا تو میرے دونوں بڑے بھائی غلام حامیم صاحب اور غلام یٰسین صاحب قاری بیعت کر چکے تھے۔ چند روز تو میں نے اُن کے ساتھ نماز نہ پڑھی مگر مجھے انجام آتھم پڑھنے کیلئے دیا گیا۔ (یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب ہے) تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو چیلنج مباہلہ دیا تھا، جب پڑھا تو بے اختیار ہو گیا اور میں نے قاری غلام یٰسین صاحب سے درخواست کی کہ چلو اس بزرگ کو دیکھیں۔ ہم غالباً تینوں بھائی قادیان پہنچے تو لوگ بھی مسجد مبارک میں ہی جو کہ اس وقت بہت ہی چھوٹی سی تھی، بیٹھے تھے۔ ہم بھی بیٹھ گئے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو لوگ کھڑے ہو گئے۔ اس واسطے اُس وقت تو چہرہ مبارک نظر نہ آیا۔ لیکن جب حضرت اقدس اندر کی کوٹھی میں بمعیت حضرت خلیفہ اول بیٹھ گئے تو اُس وقت اُس کوٹھڑی کا وہی نظارہ دکھایا گیا جیسا کہ میں نے خواب میں مدینہ منورہ پہنچ کر دیکھا تھا۔ اُس وقت میرا دل یقین سے پُر ہو گیا اور پھر بڑھ کر حضور کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کی اور حضور نے چین کی بابت چند استفسار فرمائے۔ (یہ چونکہ ہانگ کانگ بھی رہے تھے، وہاں گئے تھے) اس وقت رقّت سے جب وہ وقت یاد آتا ہے تو میرے آنسو نہیں تھمتے۔ رخصت مانگنے کے وقت حضور مسجد مبارک میں تشریف لائے اور دعا کے بعد ہمیں رخصت کیا۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ، غیر مطبوعہ، جلد 7، صفحہ 117)

حضرت محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولد فخر الدین صاحب فرماتے ہیں کہ میں 1893ء میں پہلی دفعہ دارالامان میں آیا تھا، اُن دنوں میں نے خواب میں دیکھا کہ جانب جنوب مشرق ایک بڑا ہجوم ہے، لوگ حلقہ باندھے کھڑے ہیں، میں تماشا کا خیال کر کے ادھر آ گیا۔ اُس وقت میں اپنے آپ کو ایک چھوٹا سا بچہ خیال کرتا تھا اور بچوں کی طرح ہی میں نے تماشا دیکھنے کی غرض سے اپنا سر لوگوں کی ٹانگوں میں گھسیڑ دیا۔ جب لوگ نیچے دیکھنے لگے تو میں آگے ہو گیا۔ جب اس حلقے کے اندر ہو گیا تو وہاں اس قدر روشنی تھی کہ آنکھیں دیکھنے سے عاجز رہ جاتی تھیں۔ اُس وقت میں نے آنکھیں نیچی کر کے ایک آدمی سے پنجابی میں کہا کہ ’’بھائی ایتھے کی اے۔‘‘ اُس نے جواب دیا کہ ’تینوں نہیں پتہ۔‘ مَیں نے کہا نہیں۔ وہ آدمی بولا مسیح آ گیا ہے ’’اے او سے دی روشنی اے اور او سے دا ای رولا اے‘‘ مَیں خواب میں بیدار ہو گیا۔ (یہ سارا نظارہ خواب میں دیکھ رہے تھے) اس کا ذکر میں نے اپنے مولوی صاحب سے کیا وہ سن کر بڑے خوش ہوئے اور فرمایا کہ اب کیا دیر ہے؟ میں نے کہا کہ کوئی دیر نہیں۔ جب میں بیعت کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور حاضر ہوا۔ بدقسمتی سے (یعنی میری بدقسمتی سے) ایک شخص بیعت کر رہا تھا۔ جب حضور نے فرمایا کہ کہو، ’دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا‘ تو میرے دل نے جو میرے حالات سے واقف تھا، مجھے کہا کہ یہاں یہ اقرار کرنا اور گھر جا کر اس کو پورا نہ کرنا درست نہیں۔ بہتر یہی ہے کہ اپنی اصلاح کرتے رہو۔ (اب وہ لوگ بھی جو جھجکتے ہیں، ڈرتے ہیں یا سمجھتے ہیں کہ یہ بہت مشکل کام ہے، اُن کیلئے بھی اس میں سبق ہے) کہتے ہیں جب دین کو دنیا پر مقدم کر سکو گے، تب بیعت کر لینا۔ اسی خیال میں دن گزرتے گئے۔ لوگوں سے تصدیق پر بحث مباحثہ ہوتے رہے۔ لوگ کہتے کہ یہ مرزائی ہے مگر جب یہاں جلسہ پر آتا تو میرا نام ہی کسی شمار میں نہ آتا۔ پھر مجھے تکلیف ہوتی کہ میں دھوبی کے کتّے کی طرح کسی طرف کا نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مرزائی ہے، یہ کہتے ہیں غیر احمدی ہے۔ (جب غیر احمدیوں میں جاؤ تو کہتے ہیں کہ مرزائی ہے۔ احمدیوں میں آؤ تو کہتے ہیں غیر احمدی ہے، بیعت نہیں کی) آخر ستمبر 1900ء موسمی تعطیلات میں جب آیا تو اُس وقت تک بھی اپنی بیعت کا خیال نہ تھا۔ رخصت کا آخری دن تھا۔ شام کی نماز کے بعد حضور شاہ نشین پر تشریف فرما تھے اور جانبِ جنوب مشرق شاہ نشین پر نصف لیٹا ہوا تھا کہ ایک شخص نے کہا کہ حضرت بیعت کرنے والے آ جائیں؟ (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا کہ حضور! بیعت کرنے والے آ جائیں؟) حضور نے فرمایا آ جائیں۔ بس اس آ جائیں میں ہی میں لپٹا گیا اور سب کے آگے یہاں سے میں ہی تھا جو بیعت کرنے والے تھے۔ حضور نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ بس پکڑ لیا۔ میں دوسرے روز سیالکوٹ چلا گیا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ جس خیال میں سات برس ضائع کئے ہیں وہ خیال ہی غلط تھا۔ اقرار تو آپ لیتے تھے کہ کہو دین کو دنیا پر مقدم کروں گا، مگر اصل بات یہ تھی کہ وہ مقدم آپ کرا لیتے تھے۔ یہ قوتِ قدسی تھی۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ، غیر مطبوعہ، جلد 7، صفحہ 132-133) اگر نیت نیک ہو تو پھر اس طرح اللہ تعالیٰ بھی فضل فرما دیتا ہے۔

حکیم عطاء محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولد حافظ غلام محمد صاحب فرماتے ہیں کہ میرا وطن لاہور ہے۔ میری عمر قریباً پندرہ سال کی تھی کہ والد صاحب کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ والد مرحوم نے چونکہ صوم وصلوٰۃ کے پابند کیا ہوا تھا مگر اُن کی فوتیدگی کے بعد آہستہ آہستہ اس قدر سستی ہو گئی کہ نماز کا بھی خیال نہ آتا تھا۔ عرصے کے بعد میں اپنے گھر کی سیڑھیوں پر چڑھ رہا تھا کہ مغرب کی نہایت خوش الحان اذان کی آواز میرے کانوں میں پہنچی۔ آواز نہایت دلکش اور سریلی تھی جس کے اثر سے میری حالت بجلی کی طرح بدل گئی اور جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ سرور سے آنکھوں میں پانی اتر آیا اور دل نے یہ کہنا شروع کیا کہ ایک وقت وہ تھا کہ پنجگانہ نمازوں کو باقاعدہ ادا کیا جاتا تھا۔ اس حالت میں میرے آنسو نکل پڑے اور دل خود بخود دعا کی طرف لگ گیا۔ غرض سیڑھیوں پر ہی خوب رویا۔ اللہ تعالیٰ سے دعائے مغفرت مانگی اور اُسی حالت میں بغیر کھانا کھانے کے غم فکر میں سو گیا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ مجھ کو ہمارے محلے کے نمازی پکڑ کر مسجد کی طرف نماز کیلئے لے جا رہے ہیں اور میں اُن سے بھاگنا چاہتا ہوں۔ راستے میں ایک اونچی جگہ پر نہایت خوش رُو انسان بیٹھا ہوا نظر آیا جس کا چہرہ نہایت نورانی تھا اور نور کی شعاعیں چہرہ اور منہ سے نکل نکل کر لوگوں کے دلوں پر پڑ رہی تھیں اور لوگ اس نور کی کشش کے ساتھ کھنچے ہوئے اُسکے ارد گرد حلقہ باندھے بیٹھے ہیں۔ میں نے اُس نورانی شخص کو دیکھ کر شور مچایا کہ میری مدد کرو۔ انہوں نے فرمایا کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ لوگ مجھے زبردستی نماز کیلئے لے جا رہے ہیں اور میں جانا نہیں چاہتا تو پھر اُس نورانی انسان نے دیکھ کر اشارہ سے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ اور مجھ کو اُن لوگوں کے پاس بٹھا دیا جو کہ اُن کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ اور وہ تمام اشخاص جو مجھ کو پکڑ کر لے جا رہے تھے یہ حال دیکھ کر اُن سب کے چہرے دھوئیں کی طرح سیاہ ہو گئے اور پھر بالکل غائب ہو گئے۔ جب میری آنکھ کھلی تو عجیب حالت تھی۔ دل میں اُس شخص کے دیکھنے کی تڑپ اور اُن نورانی شعاعوں کا سرور تمام جسم میں سنسنی، غرض اُس حالت کا نقشہ میری قلم ادا نہیں کر سکتی۔ اُسی حالت میں مَیں نے اُٹھ کر وضو کیا اور 1894ء کے بعد جبکہ میرے والد فوت ہوئے تھے پھر 1901ء میں نماز نہایت خشوع کے ساتھ ادا کی اور اسی سرور کی حالت میں باہر نکلا تو صوفی احمد دین صاحب ڈوری باف نے مجھ کو آواز دی کہ خلیفہ صاحب یہ حرف مجھ کو بتا جاویں۔ کہتے ہیں کہ چونکہ میرے والد صاحب اور دادا صاحب حافظ قرآن تھے اور استاد تھے اس لئے اہل محلہ مجھے بسبب استاد کا بیٹا ہونے کے خلیفہ ہی کہا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے اُن کو حرف بتا دیا اور یاد کروایا۔ صوفی صاحب نے نہایت محبت کے ساتھ فرمایا کہ خلیفہ صاحب کبھی کبھی میرے پاس آ جایا کرو اور مجھ کو قرآن شریف تھوڑا تھوڑا بتلاتے رہا کرو۔ میں نے اُن سے رات کی خواب بیان کی۔ انہوں نے کہا آپ فوراً اسٹیشن بٹالہ سے اتر کر قادیان جائیں اور اُس نورانی شخص کو حالتِ بیداری میں دیکھ لیں۔ اگر واقعی وہی ہوئے تو پھر اُن کی بیعت میں شامل ہو جائیں۔ میں فوراً دوسرے دن پروانہ وار صوفی احمد صاحب سے راستہ کا پتہ دریافت کر کے قادیان پہنچا۔ مسجد اقصیٰ میں مولوی محمد اسماعیل صاحب سرساوی بچوں کو پڑھا رہے تھے۔ انہوں نے ایک لڑکے کے ساتھ مجھ کو مہمان خانے میں پہنچا دیا۔ وہاں پر حافظ حامد علی صاحب نے ہاتھ منہ دھلا کر کھانا کھلایا۔ اسکے بعد میں مسجد نبوی میں جا کر بیٹھا (یعنی مسجد مبارک میں جا کے بیٹھا) تو مولوی محمد احسن صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اتنے میں حضور کچھ پروف لے کر تشریف لائے۔ میری جونہی آپ پر نظر پڑی تو وہ خواب والا نورانی انسان بیداری میں دوبارہ نظر آیا۔ اُسی دن بوقت شام بغیر کسی دلیل اور شک و شبہ کے بیعت کر لی اور میری عمر اُس وقت غالباً بیس اکیس سال کی ہو گی۔ الحمدللہ۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ، غیر مطبوعہ، جلد 7، صفحہ 174-175)

حضرت میاں رحیم بخش صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص تاج الدین یہاں رہتا ہے۔ بڑا سخت مخالف ہے۔ اُسکے دو لڑکے احمدی ہیں۔ اُس نے بیعت سے ایک سال پہلے مجھے کہا کہ ملک جاپان مذہب کی تلاش میں ہے۔ صرف ایک شخص مرزا غلام احمد کافی ہے اسلام کی طرف سے۔ اسکے مقابل میں کوئی کھڑا نہیں ہو سکتا۔ کہنے لگا میں نے اُسکی باتیں سنی ہیں، خواہ اُسے ولی سمجھو یا جادوگر سمجھو لیکن جو شخص اُسکے پاس جاتا ہے اُسی کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں یہ بات سن کر مجھ پر ایسا اثر ہوا کہ میں اب اس شخص کو ضرور دیکھوں گا۔ میں اسی شوق میں تھا کہ مجھے ایک شخص محمد ابراہیم احمدی ملا۔ چند باتیں میری اُن سے ہوئیں۔ میں قائل ہو گیا۔ رات کو مجھے خواب آئی کہ ہم چاروں بھائی ایک پہاڑ کی غار میں بھولے ہوئے ہیں، راستہ نہیں ملتا۔ میں ایک طرف سے چڑھ کر اوپر آ گیا ہوں۔ مَیں نے دیکھا کہ ریل چل رہی ہے مگر زمین سے بہت اونچی ہے۔ میں حیران ہوں کہ کیسے چڑھوں؟ اوپر ایک شخص کھڑا ہے وہ کہتا ہے کہ نیچے جو رسّی آسمان سے لٹک رہی ہے اُسے پکڑو، تب اوپر چڑھ سکتے ہو۔ صبح ابراہیم صاحب میرے پاس آئے۔ میں نے خواب سنائی۔ انہوں نے قرآن نکال کر مجھے بتایا کہ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ کا مفہوم ہے۔ میں نے بیعت کا خط لکھ دیا۔ (یعنی اسکا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رسّی کو پکڑو جو نبی کی بیعت ہے) جواب آیا کہ بیعت منظور ہے مگر قادیان میں ضرور آؤ۔ خیر میں نے حضرت صاحب کو دیکھا۔ حضور مجلس میں آ کر بیٹھ گئے۔ میں سامنے کھڑا تھا۔ میری داڑھی، سر اور مونچھیں منڈھی ہوئی تھیں۔ حضرت صاحب سر نیچے کر کے بیٹھے تھے۔ میں نے دل میں کہا کہ جب تک میں اس شخص کا چہرہ نہیں دیکھوں گا یقین کامل نہیں ہو گا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحب نے چہرہ اُٹھا کر دیکھا۔ میں نے دل میں کہا کہ آپ صادق ہیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد سر اُٹھا کر دیکھا۔ میں نے کہا: اٰمَنَّا وَ صَدَّقْنَا آپ صادق ہیں۔ تیسری دفعہ پھر دیکھا۔ میں تو قربان ہی ہو گیا۔ پھر نماز کھڑی ہوئی۔ حضرت صاحب نماز پڑھتے ہی اندر جانے لگے۔ ایک شخص دروازے کے پاس کھڑا ہو گیا، عرض کی کہ حضور! میرے لئے دعا کریں۔ فرمایا آپ تو میری بیعت میں ہیں، مَیں تو دشمنوں کیلئے بھی دعا کرتا ہوں۔ پھر میں واپس گجرات آ گیا۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ، غیر مطبوعہ، جلد 10، صفحہ 88,85,84,82)

حضرت چوہدری محمد دین صاحب ٹیلر ماسٹر بیان کرتے ہیں کہ میں 1903ء میں راولپنڈی میں تھا کہ سنا کہ حضرت صاحب جہلم مقدمہ کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ میں جہلم سحری کے وقت سٹیشن پر اترا۔ میرے ساتھ ایک سیالکوٹ کا خوجہ تھا۔ میں نے اُس سے کہا کہ تم کہاں جاتے ہو۔ کہنے لگا کہ مرزا صاحب کو دیکھنے چلا ہوں۔ میں نے کہا کیا دیکھنے جاتا ہے۔ کہنے لگا کہ انہوں نے ہاتھوں میں گتھلیاں ڈالی ہوئی ہیں اور منہ پر کپڑا ڈالے رکھتے ہیں۔ یعنی نعوذ باللہ کچھ نقص ہے اس کی وجہ سے چھپایا ہوا ہے۔ میں نے اُس کو کہا کہ اگر ایسا نہ ہوا تو پھر؟ اُس نے پھر یہی بات دہرائی۔ مجھے اُس پر غصہ آیا اور کہا کہ چلو میں تمہیں ابھی دکھاتا ہوں۔ جب ہم کوٹھی کے پاس پہنچے تو وہ کھسک گیا۔ فجر کا وقت تھا۔ کوٹھی کے اندر مولوی محمد احسن صاحب وعظ کر رہے تھے۔ میں نے خیال کیا کہ یہ مرزا صاحب ہیں۔ یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں جانتے تھے لیکن یہ یقین تھا کہ وہ شخص جھوٹ بول رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ مولوی احسن صاحب وعظ کر رہے تھے میں سمجھا کہ یہی مرزا صاحب ہیں (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں) جب انہوں نے وعظ میں حضرت صاحب کا ذکر کیا تو میں سمجھا کہ یہ مرزا صاحب نہیں ہیں۔ اسکے بعد روٹی کا وقت ہوا۔ سیالکوٹ کے ایک منشی عبداللہ

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

وقت پڑنے پر دوسرے کے کام آ کر اُسکی خدمت میں اس حد تک بڑھ جائیں کہ
جس حد تک آسانیاں پیدا کر سکتے ہیں دوسرے کیلئے کی جائیں
پس ہر احمدی کا فرض ہے کہ اس جذبے کے تحت اُسے انسانیت کی خدمت کرنی چاہئے
(خطبہ جمعہ فرمودہ 3/فروری 2012ء)

طالب دعا: شیخ غلام احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بھدرک (اڈیشہ)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

محسن وہ نہیں جو احسان کر کے احسان جتائے
کیونکہ اگر احسان جتا دیا تو پھر تقویٰ اور اچھے خُلق کا اظہار نہیں ہوگا
تقویٰ تبھی ہے جب احسان کر کے پھر احسان جتایا نہ جائے
(خطبہ جمعہ فرمودہ 3/فروری 2012ء)

طالب دعا: افراد خاندان مکرم شیخ رحمۃ اللہ صاحب (جماعت احمدیہ سورو، صوبہ اڈیشہ)

تھے وہ بھی روٹی کھا رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر کہا کہ آپ بھی بیٹھ کر روٹی کھالیں۔ میں نے کہا اچھا۔ مگر میں نے کھائی نہیں۔ میں مرزا صاحب کی تلاش میں تھا۔ میں کوٹھی میں گیا تو مرزا صاحب، حضرت مولوی نورالدین صاحب وغیرہ کھانا کھا رہے تھے۔ میرے خیال میں اُس وقت آیا کہ اگر مجھے کوئی کہے کہ اس جگہ کھانا کھالو تو میں بیٹھ جاؤں۔ میں یہ خیال ہی کر رہا تھا کہ اُسی منشی عبداللہ نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ یہاں بیٹھ جاؤ اور کھانا کھا لو۔ میں اُس جگہ بیٹھ گیا۔ حضرت صاحب بھی اُس جگہ کھانا کھا رہے تھے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اگر مرزا صاحب کی پلیٹ سے کوئی لقمہ مل جائے تو بڑا خوش قسمت ہوں گا۔ اُسی وقت مولوی عبدالکریم صاحب نے حضرت صاحب کے آگے سے وہ پلیٹ اُٹھالی کیونکہ وہ کھانا کھا چکے تھے۔ خود بھی اُس میں سے تبرک کھایا اور وہ پلیٹ گھومتی گھومتی میرے پاس پہنچ گئی۔ چنانچہ مجھے بھی اُس میں سے ایک لقمہ مل گیا۔ اس کے بعد اعلان کیا گیا کہ جن لوگوں نے بیعت کرنی ہے وہ کرلیں۔ بیشمار لوگ بیعت کیلئے جمع ہو گئے۔ میں بہت دور بیٹھا ہوا تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اگر حضرت صاحب کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کی جائے تو وہ ٹھیک ہوگی اور میں ایسا ہی کروں گا۔ جو منتظم تھے وہ کہنے لگے کہ بھائی ذرا آگے آگے ہو جاؤ۔ آگے ہوتے ہوتے میں حضرت صاحب کے نزدیک پہنچ گیا اور جو کچھ میرے دل میں خیال آیا تھا خدا نے پورا کر دیا اور میرا ہاتھ حضرت صاحب کے ہاتھ پر رکھا گیا۔ باقی لوگوں نے میرے ہاتھ پر اور کندھوں پر اور پگڑیوں کے ذریعے بیعت کی۔ پھر حضور کچہری میں تشریف لے گئے۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ، غیر مطبوعہ جلد 10، صفحہ 162 تا 164)

تو یہ خواہشیں جو نیک دل سے اُٹھی تھیں کس طرح اللہ تعالیٰ انہیں پوری فرماتا چلا گیا اور اُس کا وہ اعتراض بھی واضح ہو گیا کہ جھوٹ تھا۔

حضرت نور محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ کمترین نے بیعت سال 1905ء میں کی جبکہ میری عمر تیس سال کی تھی۔ میرا ایک چھوٹا بھائی مسمّٰی میاں نور احمد جو مجھ سے چھوٹا تھا وہ ایک پرائیویٹ سکول واقع موضع بستی وریام کملانہ تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ میں مدرس تھا۔ اُس نے 1900ء میں بوساطت مولوی محمد علی صاحب ساکن موضع مذکور بیعت کی تھی جو کہ بہت نیک اور مخلص اور بطور پروانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سچا عاشق تھا۔ جس کے بارے میں ایک پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ 324، نشان 141 میں درج ہے۔ وہ بھائی مرحوم مجھے تبلیغ کرتا رہا مگر میں نہ مانتا۔ آخر اُس نے مجھے ایک حمائل شریف مترجم ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب دی۔ (قرآن کریم کا ترجمہ جو شاہ رفیع الدین صاحب کا تھا وہ دیا) کہ اس کی تلاوت روز بلا ناغہ کرتے رہو اور خدا سے دعا بہت مانگتے رہو اور ایک طریق استخارہ بتایا کہ چالیس روز استخارہ کرو۔ اُسکے کہنے پر میں تلاوت قرآن کریم اور دعا اور استخارہ میں لگ گیا۔ خدا کے فضل و کرم سے قرآنِ شریف سے مجھے امداد ملتی گئی اور استخارہ کے چالیس دن بھی قریب آنے شروع ہو گئے۔ مجھے تو پروانہ وار بیعت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا از حد شوق ہو گیا۔ میرا بھائی مرحوم گو مجھ سے پچیس میل کے فاصلے پر تھا، میں بوجہ دوری اپنے بھائی میاں نور احمد صاحب مرحوم سے تو نہ مل سکا مگر بوجہ عشق مولوی محمد فاضل صاحب احمدی جو کہ پہلے سے بیعت کر چکے تھے اور جو کہ تین میل کے فاصلے پر تھے کو کہا کہ میری بیعت جلد کرواؤ۔ وہ مجھے لے کر قادیان دارالامان آئے مگر حوصلہ دلاتے دلاتے چار پانچ دن ٹھہرا کے رکھا۔ مگر بے تابی عشق کی وجہ سے خود بیعت کی کوشش کی۔ چار پانچ روز مسجد مبارک میں حضرت اقدس کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرتا رہا اور ایک موقع تاڑ لیا۔ حضرت صاحب ہمیشہ پانچ وقت ایک ہی جگہ امام کے دائیں جانب نماز ادا کرتے تھے۔ حضور کی ایک ہی جگہ مقرر تھی۔ چوتھے روز اپنے ساتھی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ظہر کی نماز کی اذان سے پہلے حضرت صاحب کی جائے نماز کے ساتھ جگہ بنا کر بیٹھ گیا۔ بعدہٗ اذان ہوئی۔ نمازی آنے شروع ہو گئے حتی کہ مسجد پُر ہو گئی۔ حضور کی تشریف آوری پر نماز کھڑی ہو گئی۔ میں نے حضور کے دوش بدوش ہو کر نماز ادا کی۔ بعد فراغت نماز سب سے پہلے مصافحہ کیا اور بیعت کی درخواست کی۔ اسی اثناء میں میرے ساتھ حضرت اقدس کا سلسلۂ کلام شروع ہو گیا۔ اُس وقت اخبار البدر، الحکم جاری تھیں۔ بدر کا نامہ نگار سلسلہ کلام تحریر کرتا گیا اور یہ مکالمہ اخبار البدر میں تین صفحات میں درج ہے۔ تاریخ اشاعت یاد نہیں تاہم 1905ء تھا۔ سن تلاش کی گئی مگر مل نہ سکنے کی وجہ سے مختصر جو مجھے یاد ہے سپردِ قلم ہے۔ کہتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کیا نام ہے؟ اسکے جواب میں عرض کیا میرا نام نور محمد ہے۔ ذات کے بارے میں عرض کی کہ کھوکھر قوم سے ہوں۔ پھر آپ نے سوال کیا کہ کونسے ضلع سے؟ جس پر گزارش کی کہ حضور ضلع ملتان کا رہنے والا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا کام کرتے ہیں؟ تو عرض کیا کہ حضور! ملتان کی طرف ایک سیّد صاحب ہیں۔ سید والا کوئی گاؤں ہوگا جو ملتان کی طرف ہے۔ ان کے ایک موضع میں جائیداد پر منشی و مختار ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ سیّد صاحب کیا مذہب رکھتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ وہ شیعہ مذہب سے متعلق ہیں۔ آپ فرمانے لگے کہ آپ کے ساتھ مخالفت تو نہیں کریں گے؟ میں نے جواب دیا کہ حضور! مخالفت میں تو ملازمت لے لیں گے اگر مخالفت کریں گے تو وہ میرے رازق تو نہیں ہیں۔ میرا رازق خدا ہے۔ حضور نے فرمایا کیا آپ کا علاقہ نہری ہے یا چاہی ہے یا بارانی؟ میں نے عرض کی کہ چاہی اور نہری ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ آپ کے علاقے میں کونسی جنس کی پیدائش ہوتی ہے؟ نہر کونسے دریا سے نکلتی ہے اور کیا نام ہے؟ جواباً عرض کیا کہ حضور ہر جنس کی پیداوار کی جاتی ہے۔ نہر کا نام سدنائی ہے اور دریائے راوی سے نکلتی ہے۔ مختلف معلومات ہوتی رہیں۔ اسکے بعد حضور نے فرمایا کہ زمین بڑی لائق ہے۔ میں نے حضور کی تصدیق کی۔ اسکے بعد حضور نے میرا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں لیا اور باقی بیعت کنندگان کو فرمایا کہ پگڑیاں دراز کرلیں۔ جو احباب میرے قریب تھے اُن میں سے کسی نے میرے پشت پر ہاتھ رکھا، کسی نے سر پر اور کسی نے بازوؤں پر۔ جو دُور تھے انہوں نے پگڑیاں دراز کرلیں۔ حضرت اقدس آواز سے الفاظِ بیعت پڑھتے گئے اور ہم دہراتے رہے۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ، غیر مطبوعہ، جلد 1، صفحہ 146-148)

حضرت میاں عبداللہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے اللہ تعالیٰ کو صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ہی پہچانا ہے۔ میری عمر صرف بارہ تیرہ برس کی تھی کہ مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ خدا اور رسول اور ربّ جو ہر وقت لوگ کہتے رہتے ہیں، کوئی کہتا ہے اللہ چاہے، کوئی کہتا ہے خدا کی مرضی، کوئی کہتا ہے ربّ دے گا۔ وہ کون ہے اور کہاں رہتا ہے، کیا کھاتا ہے؟ اس کا ماں باپ کہاں رہتا ہے؟ اس کی شکل کیسی ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ یہ بچپن کے سوال اُٹھے تھے۔ اسی عرصے میں کہتے ہیں کہ میں نے حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام سنا کہ آپ بڑے بزرگ صاحبِ علم ہیں۔ تب میں چل کر آپ کی خدمت میں جموں گیا۔ (اللہ تعالیٰ کی پہچان کی یہ جو جستجو تھی، اُسکے جاننے کیلئے بالکل نوجوانی میں چل کے جمّوں چلے گئے) آپ نے دریافت کیا کہ کس طرح آئے ہو؟ میں نے عرض کی کہ زیارت کیلئے۔ دو گھنٹے آپ کی مجلس میں بیٹھ کر اجازت لے کر واپس چلا آیا مگر مجھے معلوم ہوا کہ یہ کوئی نیک شخص ہے۔ اسکے کچھ عرصے بعد مجھے خبر ہوئی کہ قادیان میں ایک مرزا غلام احمد صاحب بڑے صاحب علم ہیں۔ میں نے آپ کی خدمت میں خط لکھا۔ آپ مجھے بتائیں کہ خلف الامام اَلْحَمْد پڑھنا درست ہے؟ رفع یدین کرنی جائز ہے؟ آمین بالجہر کہنا درست ہے؟ آپ نے جواب لکھا کہ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ (سورۃ النساء: 60) جب کوئی جھگڑا کسی بات پر چھڑ جائے تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔ اَلْحَمْد پڑھنا فرض ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ اَلْحَمْد پڑھنا فرض ہے۔ رفع یدین وغیرہ جھگڑا کیلئے نہ ہو، اخلاص سے کرو۔ (یہ تو فرض ہے کہ سورۃ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنی ہے۔ باقی جھگڑے وغیرہ کیلئے نہ ہو۔ ضدّ وں میں نہ ہو۔ اگر سمجھتے ہو کہ اخلاص ہے تو اس سے کرو) اُسی دن سے میں نے الحمد شریف امام کے پیچھے پڑھنا شروع کیا اور بے شک وشبہ پڑھتا رہا۔ مگر اسکے سال بعد مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اس کی جگہ بھی مَیں ہی آیا ہوں۔ میں نے یہ سن کر بہت فکر کیا کہ بڑے بڑے علماء اُن کے مرید بھی ہیں اور مخالف بھی ہیں۔ جیسے کہ مولوی نورالدین صاحب شاہی حکیم جموں نے آپ کی بیعت کر لی ہے اور میاں نذیر حسین صاحب دہلوی نے آپ پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ میں ان علماء کا معتقد تھا اس لئے بہت ہی فکر دامنگیر ہوا اور رات دن میں اسی فکر میں رہتا کہ خداوندا مجھے خود تو کوئی علم نہیں اور علماء کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے، کس طرح فیصلہ ہو۔ اسی خیال میں ایک دن خواب میں دیکھا راجپوتانہ کی ایک چھوٹی سی پہاڑی پر چلا جارہا تھا (واقعہ شاید بیان کر رہے ہیں) کہتے ہیں راجپوتانہ کی ایک چھوٹی سی پہاڑی پر چلا جارہا تھا کہ ایک خیال مجھ پر غالب آ گیا اور میں چلتا چلتا ٹھہر گیا تو غیب سے زور کی یہ آواز آئی کہ دعا کرو۔ یہ آواز سن کر مجھے بہت ہی خوشی ہوئی اور تھوڑی دیر تک میں بھاگتا ہی چلا گیا اور مسجد میں جا کر سر سجدہ میں رکھ دیا اور دعا مانگنی شروع کر دی اور ان الفاظ میں دعائیں مانگنی شروع کر دیں کہ الٰہی مجھے تو کوئی علم نہیں، تُو سب کچھ جانتا ہے۔ اگر یہ تیرا سچا مہدی ہے تو مجھے اپنے فضل سے سمجھ عطا فرما تا کہ میں ان کی بیعت کرلوں۔ اگر سچا نہیں تو مجھے ان سے بچا۔ غرض مجھے چار ماہ دعائیں مانگتے مانگتے گزر گئے اور میں نے بڑے دردِ دل اور جوش اور عاجزی سے دعائیں کیں تو ایک دن کا ذکر ہے کہ میں حافظ محمد صاحب لکھوکے کی تصنیف 'احوال الآخرت' میں علاماتِ مہدی پڑھ رہا تھا۔ جب میں نے یہ شعر پڑھا کہ تیرھویں چن ستیویں سورج گرہن ہوسی اوس سالے (یہ پنجابی کا ہے) کہ جو حدیث ہے اس کے مطابق تیرہ تاریخ کو اس سال چاند کو اور ستائیسویں تاریخ کو سورج کو گرہن ہوگا۔ تو مجھے اللہ تعالیٰ نے اس طرح بتایا جس طرح کوئی استاد شاگرد کو بتاتا ہے۔ فرمایا مرزا غلام احمد ہی مہدی ہے اور مجھے حضرت مرزا غلام احمد کا نام کہ اس وقت یہ سچا مہدی ہے مفصل طور پر بتایا گیا، کوئی شک وشبہ نہ رہا۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ، غیر مطبوعہ، جلد 2، صفحہ 137-140)

بہرحال یہ وہ لوگ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے خوابوں اور الہاموں کے ذریعے سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے کے بارے میں بتایا۔ ان کی نیک فطرت کی وجہ سے ان کو بار بار خوابوں اور رؤیا اور الہامات کے ذریعہ سے بیعت کرنے کی تلقین کی جس کے ذریعہ سے انہوں نے صداقت کو پایا۔

اللہ تعالیٰ ان صحابہ کی اولادوں کو بھی اپنے باپ دادوں کی قربانیوں اور نیکیوں کو جاری رکھنے اور اُن کی لاج رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم میں سے ہر ایک کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اخلاص ووفا کے تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر کرتے چلے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اپنے بیعت کے حق کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارا اللہ تعالیٰ سے ذاتی تعلق پیدا ہو۔ جو روحانی انقلاب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لانا چاہتے تھے، ہم میں بھی وہ انقلاب آئے اور حقیقت میں ہم ان لوگوں میں شامل ہوں جن کے بارے میں آپ نے فرمایا ہے کہ ایسے افراد مَیں اپنی جماعت میں چاہتا ہوں۔ اب اس زمانے میں ہم میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے سے ہی عشقِ رسول اور اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ اس میں بھی ہم بڑھتے چلے جائیں۔

اب دعا کرلیں اور سب سے بڑی دعا یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ جلد دنیا کو اس عاشقِ رسول اور غلامِ صادق کی بیعت میں آنے کی توفیق عطا فرمائے اور یہ جو خاص طور پر مسلم اُمّہ مخالفت کر کے اپنی دنیا و عاقبت بگاڑنے کی کوشش کر رہے ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ عقل دے۔ دعا کرلیں۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 14/جون 2013)

......☆......☆......☆......

SUIT SPECIALIST
Proprietor
SYED ZAKI AHMAD
Bandra, Mumbai
Mobile : 09867806905

EHSAN
DISH SERVICE CENTER
Opp. Four Storey Civil Lines Qadian
All types of Dish & Mobile Recharge
(MTA کا خاص انتظام ہے)
Mobile : 9915957664, 9530536272

مکرم منظور احمد ندیم صاحب کا ذکر خیر اور دعائے مغفرت

خاکسار کے بھائی مکرم منظور احمد ندیم صاحب ولد مکرم مقصود احمد صاحب آف بھدرک صوبہ اڈیشہ، سر میں چوٹ آنے کی وجہ سے مورخہ 8/جولائی 2021 کو رات 11 بجے وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نہایت مخلص اور فدائی داعی الی اللہ تھے۔ تبلیغ کا انہیں جنون تھا۔ ایک پیر سے معذور ہونے کے باوجود اڈیشہ کے مختلف شہروں میں جا کر جماعتی بُک اسٹال لگانا اور mta ڈش چھت پر نصب کرنا ان کا مرغوب مشغلہ تھا۔ حضور انور کے خطبات کا خلاصہ اور آڈیو کلپ اور دیگر جماعتی معلوماتی پروگرام کو شوشل میڈیا کے ذریعہ لوگوں تک پہنچانا انکا جنون تھا۔ اسکے علاوہ ہیومینیٹی فرسٹ کے پروگرام میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ گرمیوں کے دنوں میں لوگوں کو پانی پلانے کا سینٹر جگہ جگہ قائم کرنا اور مخلوق خدا کو پانی پلانا انکا شوق تھا۔ بیواؤں اور یتیموں کی ہر طرح مدد کرتے۔ لوگوں کے گھروں میں شادی بیاہ ہو یا کوئی غم ہو جا کر اپنے ذمہ بہت سا کام لے لیتے۔ کینسر کے مرض میں مبتلا لوگوں کا علاج ممبئی لے جا کر کرواتے تھے کیونکہ مرحوم نے خود 1988ء میں گھٹنے میں کینسر ہونے کی وجہ سے ممبئی ٹاٹا میموریل ہسپتال میں اپنا علاج کروایا تھا لیکن کلیۃً شفایابی نہ ہونے پر پیر کٹوانا پڑا۔ ایک پیر سے معذور ہو گئے لیکن کینسر جیسے مہلک بیماری سے نجات مل گئی جس کی وجہ سے انہیں winner of life cancer award ملا اور اسکے بعد مصنوعی پیر لگوا کر تبلیغی و تربیتی کام بذریعہ سائیکل کرتے تھے۔ اس دوران ہسپتال کے ڈاکٹروں سے انکا اچھا رابطہ ہو گیا تھا جس کی وجہ سے کینسر کے مریض مرحوم سے رابطہ کرتے اور کہتے کہ ہمیں بھی ممبئی لے جا کر علاج کروائیں۔ مرحوم ایسے کینسر کے مریضوں کو ممبئی لے جا کر ان کی ہر طرح سے مدد کرتے، یہ سلسلہ تا وفات جاری رہا۔ مرحوم نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ خدمت خلق میں صرف کیا۔ جماعت کے خدام کو متحدرکھنے کیلئے اپنے گھر کے سامنے ایک بیڈمنٹن کورٹ بنایا ہوا تھا۔ خدام وہاں آ کر نہ صرف کھیلتے بلکہ مرحوم کو ان کی تربیت کا موقع بھی ملتا۔ مرحوم موصی تھے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند اور تہجد گزار تھے۔ خلافت سے والہانہ محبت تھی۔ مرکزی نمائندگان کی عزت کرتے تھے۔ مرکزی ہو یا صوبائی ہر جلسہ میں شرکت کرتے۔ ایک پیر سے معذور ہونے کے باوجود بلند حوصلہ کے مالک تھے۔ لاک ڈاؤن کی وجہ سے ڈیڑھ سال سے گھر میں باجماعت نماز اور درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔ اسی طرح گھر میں جماعتی تقریب منعقد کرتے تھے۔ حادثہ سے ایک دن قبل ہفتہ قرآن کریم کے پہلے دن کا جلسہ اپنے گھر میں اپنے بیوی بچوں اور پڑوسیوں کے ساتھ مل کر منعقد کیا۔ بوقت وفات مرحوم کی عمر 54 سال تھی۔ مرحوم کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ تینوں بچے وقف نو میں شامل ہیں۔ بڑا لڑکا +2 اور بیٹی چھٹی کلاس میں زیر تعلیم ہے اور چھوٹے لڑکے کو خاکسار نے گود لیا ہے۔ وہ بھی دوسری کلاس میں زیر تعلیم ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے ساتھ مغفرت کا سلوک فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ نیز لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے اور ان کی نیکیوں کو ہمیں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(ناصر احمد زاہد، مربی سلسلہ، دفتر بہشتی مقبرہ قادیان)

محترم شکیل احمد گنائی صاحب کا ذکر خیر اور دعائے مغفرت

میرے والد محترم شکیل احمد گنائی صاحب 21/جون 2021 کو 52 سال کی عمر میں طویل علالت کے بعد وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بیماری کا عرصہ والد صاحب نے بہت صبر اور حوصلے سے گزارا اور کوئی شکوہ نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ سے راضی رہے۔ آپ 1/اپریل 1969 کو پیدا ہوئے۔ بچپن میں ہی آپ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا تھا، تب آپ کی عمر کوئی تین چار سال کی تھی۔ والد صاحب سرکاری ملازم تھے، بچوں کا آپ نے بہت خیال رکھا۔ آپ کے بھائی مکرم فیاض احمد صاحب جوانی کی عمر میں فوت ہو گئے تھے جس کے بعد والد صاحب نے ان کے چار یتیم بچوں کی کفالت کا ذمہ لیا اور خاکسار کو بار بار نصیحت کرتے تھے کہ ان کو کبھی نہ چھوڑنا اور ان کے بڑے ہونے پر ان کی جائیداد ان کے حوالے کرنا اور ہمیشہ آپس میں بھائی بھائی کی طرح رہنا۔ والد صاحب بہت ملنسار، شفیق، ہمدرد، مہمان نواز اور بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ والد صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ آمین۔

(مبارک احمد شکیل گنائی، جماعت احمدیہ ریشی نگر، جموں کشمیر)

بقیہ از سیرت خاتم النّبیینؐ از صفحہ نمبر 8

بھی یہی طریق تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص خاص باتوں کو لکھ کر اپنے پاس محفوظ رکھتے تھے۔

پھر ایک اور حدیث آتی ہے کہ:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ خَطَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ فَتْحِ مَکَّۃَ فَقَالَ ... فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ اَھْلِ الْیَمَنِ فَقَالَ اُکْتُبْ لِیْ فَقَالَ اُکْتُبُوْا لِاَبِیْ فُلَانٍ۔ ”یعنی ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا۔ جس میں یہ یہ کچھ فرمایا۔ اس پر ایک یمنی شخص نے آگے بڑھ کر عرض کیا یارسول اللہ! یہ خطبہ مجھے لکھ دیجئے۔ آپؐ نے حکم دیا کہ وہ خطبہ اُسے لکھ کر دے دیا جائے۔“

ان مثالوں سے ظاہر ہے کہ صحابہ کے زمانہ سے ہی حدیثوں کے لکھنے کا رواج شروع ہو چکا تھا۔ اور بعض صحابہ اس پر کاربند تھے اور یقیناً اسکے بعد جُوں جُوں زمانہ گذرتا گیا حدیثوں کو لکھ کر محفوظ کر لینے کا رواج زیادہ ہوتا گیا مگر جیسا کہ ہم اُوپر کہہ چکے ہیں اس مختصر نوٹ میں بعد کے زمانہ کی مثالیں درج کرنے کی گنجائش نہیں، البتہ صرف اس اظہار کیلئے کہ بعد میں حدیثوں کے قلمبند کرنے کے طریق میں کس قدر وسعت ہو گئی تھی اس جگہ صرف ایک مثال پر اکتفا کی جاتی ہے۔ یحییٰ بن معین ایک مشہور راوی گذرے ہیں جن سے امام بخاری اور امام مسلم اور ابو داؤد سجستانی وغیرہ بڑے بڑے محدثین نے روایت لی ہے ان کے متعلق یہ روایت آتی ہے کہ اُن کے پاس چھ لاکھ حدیث لکھی ہوئی محفوظ تھی جس سے وہ آگے روایت کیا کرتے تھے؛ چنانچہ وفیات الاعیان میں لکھا ہے کہ:

سُئِلَ یَحْیٰی کَمْ کَتَبْتَ مِنَ الْحَدِیْثِ فَقَالَ کَتَبْتُ بِیَدِیْ ھٰذِہٖ سِتَّ مِائَۃِ اَلْفِ حَدِیْثٍ۔ ”یعنی یحییٰ بن معین سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے کتنی حدیثیں لکھی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے چھ لاکھ حدیث لکھی ہے۔“

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یحییٰ بن معین جامعین حدیث میں سے نہیں ہیں۔ جنہوں نے امام بخاری اور مسلم وغیرہ کی طرح کوئی مجموعہ حدیث پیچھے چھوڑا ہو بلکہ ان کا حدیث لکھنا صرف ایک راوی کی حیثیت میں تھا۔ اسی پر دوسرے رُواۃِ حدیث کا قیاس ہو سکتا ہے۔

الغرض اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ صحابہ کے زمانہ سے ہی احادیث وروایات کا ضبط تحریر میں آنا شروع ہو چکا تھا اور بعد میں یہ سلسلہ زیادہ وسیع ہوتا گیا حتیٰ کہ احادیث کے موجودہ مجموعوں میں ایک معتدبہ حصہ ایسی روایتوں کا موجود ہے جو زبانی روایتوں کے ساتھ ساتھ تحریری طور پر بھی مروی ہوتی ہوئی جامعین حدیث تک پہنچی ہیں۔ ہمارا یہ مطلب نہیں کہ اکثر صحابہ حدیث لکھنے کے عادی تھے یا یہ کہ بعد کے راوی سب کے سب لازماً حدیث لکھ لیا کرتے تھے۔ ایسا دعویٰ یقیناً واقعات کے خلاف ہو گا، بلکہ غرض صرف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی بعض نے حدیث لکھنے کا طریق شروع کر دیا تھا اور بعد کے زمانہ میں یہ طریق زیادہ وسیع ہو گیا گو پھر بھی یقیناً احادیث کا ایک معتدبہ حصہ زبانی روایت پر ہی مبنی رہا ہے اور موجودہ مجموعوں میں ہر دو قسم کی روایات شامل ہیں۔

اس جگہ یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ بعض حدیثوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بیان ہوا ہے کہ میری طرف منسوب کر کے سوائے قرآن شریف کے اور کچھ نہ لکھا کرو۔ اور اس سے بعض لوگوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ صحابہ حدیث نہیں لکھتے ہوں گے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اوّل تو واقعات کے مقابل پر کوئی استدلال قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔ جب واقعہ یہ ہے کہ بعض صحابہ حدیث لکھا کرتے تھے تو کوئی استدلالی دلیل اس کے مقابل پر کیا وزن رکھ سکتی ہے۔ علاوہ ازیں ان احادیث کی حقیقت کے متعلق جن میں لکھنے سے منع کیا گیا ہے غور نہیں کیا گیا۔ دراصل یہ احادیث خاص زمانہ اور خاص حالات کے متعلق ہیں اور صرف ان لوگوں سے تعلق رکھتی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی لکھا کرتے تھے اور اس حکم سے غرض یہ تھی کہ تا قرآنی وحی کے ساتھ کوئی دوسری چیز مخلوط نہ ہونے پائے۔ عام لوگوں کیلئے یا عام حالات میں کوئی روک نہیں تھی۔ واللہ اعلم۔

(باقی آئندہ)

(سیرت خاتم النّبیین، صفحہ 17 تا 22، مطبوعہ 2006 قادیان)

......☆......☆......☆......

اعلان نکاح

مکرم عارف احمد صاحب ولد مکرم ڈاکٹر منصور احمد صاحب آف قاضی والی چک جماعت احمدیہ بھاگلپور صوبہ بہار کا نکاح مکرمہ امتہ البشریٰ صاحبہ بنت مکرم عزیز الرحمن صاحب آف رتن پور صوبہ بنگال کے ساتھ مکرم ابو طاہر منڈل صاحب مربی سلسلہ نے مورخہ 18/جولائی 2021 کو پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو ہر دو خاندانوں کیلئے موجب رحمت وبرکت بنائے۔ آمین

(مینیجر بدر قادیان)

رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ (الہامی دعا حضرت مسیح موعودؑ)
ترجمہ: اے میرے ربّ! ہر ایک چیز تیری خادم ہے، اے میرے رب! شریر کی شرارت سے مجھے پناہ میں رکھ اور میری مدد کر اور مجھ پر رحم کر

MOBILE REPAIR SERVICES

KOLKATA BAZAR MOBILE SHOP
Prop. : Minzarul Hassan
Contact No. 6239691816, 8116091155
Delhi Bazar, Qadian - 143516
Dist. Gurdaspur, PUNJAB

شعبہ نور الاسلام کے تحت
اس ٹول فری نمبر پر فون کر کے آپ مسلم جماعت احمدیہ کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں
ٹول فری نمبر : 1800 103 2131
اوقات: روزانہ صبح 8:30 بجے سے رات 10:30 بجے تک (جمعہ کے روز تعطیل)

وہ لوگ جو، جب اپنے مفاد سامنے آئیں تو عمل صالح کی خود تشریح کرنے لگ جائیں، معروف فیصلہ کی خود تفسیر کرنے لگ جائیں
ان کی اَنا انہیں اپنے قبضہ میں لے لے، ایسے لوگوں کو ان کا خلافت سے جڑنے کا اعلان کچھ فائدہ نہیں دے سکتا

ہمیں کبھی نہیں بھولنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے خلافت کے انعام سے جو ہمیں نوازا ہوا ہے اسکا ہم نے ہمیشہ حق ادا کرنے والا بننا ہے تا کہ قیامت تک ہم اس نعمت سے فائدہ اٹھاتے رہیں

خلافت کی اہمیت وبرکات پر حضور پُرنور ایدہ اللہ تعالیٰ کا بصیرت افروز خطبہ جمعہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 28 ؍مئی 2021 بطرز سوال وجواب
بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال خطبہ جمعہ کے ابتداء میں حضور انور نے کس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی؟

جواب خطبہ جمعہ کے ابتداء میں حضور انور نے آیت :وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ (النور:56-57) کی تلاوت فرمائی۔

سوال یومِ خلافت کے جلسے کیوں منعقد کئے جاتے ہیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جماعت میں ان جلسوں کا انعقاد اس لئے کیا جاتا ہے تا کہ جماعت کی تاریخ اور خلافت کے حوالے سے اپنی ذمہ داریوں سے ہم واقف رہیں اور خلافت کی بیعت میں آنے کے بعد ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے والے بنیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنتے رہیں۔

سوال خلافت کا وعدہ کن شرائط کے ساتھ وابستہ ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: یہ وعدہ اس شرط کے ساتھ ہے کہ مضبوط ایمان والے ہو، نیک اعمال بجالانے والے بنو، عبادت کا حق ادا کرنے والے ہو، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے والے نہ ہو، ان چیزوں کے حاصل کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور نماز بہت ضروری ہے۔ نمازوں کی ادائیگی کرنے والے بنو۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے بنو اور رسولؐ کی اطاعت انتہائی ضروری ہے۔ ان کے ہر حکم کو ماننے والے بنو۔

سوال یومِ خلافت منانا ہمارے لئے کب فائدہ مند ہوگا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جب تک ہم حقیقی عبد نہیں بن جاتے ان جلسوں اور جماعت کی تاریخ سے واقفیت کا ہمیں کوئی فائدہ نہیں۔

سوال عملِ صالح سے کیا مراد ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: عملِ صالح سے مراد وہ عمل ہے جس میں فساد نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق ہو۔ عمل صالح کیلئے خود تشریحیں نہ کرتے رہو، خود یہ نہ کہتے رہو کہ اس سے یہ منشا ہے اور یہ منشا ہے بلکہ حرفاً حرفاً اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے حکموں پر عمل کرو تو عمل صالح ہوگا۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عملِ صالح کے متعلق کیا فرمایا؟

جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ عملِ صالح بھی رکھا ہے۔ یاد رکھو انسان کے عمل پر ہمیشہ چور پڑا کرتے ہیں۔ وہ کیا ہیں؟ ریاکاری، عُجب، اور قسم قسم کی بدکاریاں اور گناہ جو اس سے صادر ہوتے ہیں۔ اس سے اعمال باطل ہو جاتے ہیں۔ عمل صالح وہ ہے جس میں ظلم، عُجب، ریاء، تکبر حقوق انسان کے تلف کرنے کا خیال تک نہ ہو۔ جیسے آخرت میں عمل صالح سے بچتا ہے ویسے ہی دنیا میں بھی بچتا ہے۔ اگر ایک آدمی بھی گھر بھر میں عمل صالح والا ہو تو سب گھر بچا رہتا ہے۔ سمجھ لو کہ جب تک کہ تم میں عمل صالح نہ ہو صرف ماننا فائدہ نہیں کرتا۔

سوال وہ کون لوگ ہیں جنہیں ان کا خلافت سے جڑنے کا اعلان کچھ فائدہ نہیں دیتا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: وہ لوگ جو، جب اپنے مفاد سامنے آئیں تو عمل صالح کی خود تشریح کرنے لگ جائیں، معروف فیصلہ کی خود تفسیر کرنے لگ جائیں، ان کی اَنا انہیں اپنے قبضہ میں لے لے۔ ایسے لوگ کو ان کا خلافت سے جڑنے کا اعلان کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔

سوال اپنے اعمال کی نگرانی کے متعلق حضور انور نے کیا فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ہمیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہوئے اپنے اعمال پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ کیا یہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے حکموں کے مطابق ہیں؟ کیا ہمارے حقوق اللہ کی ادائیگی اور حقوق العباد کی ادائیگی کے معیار اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے معیار کے مطابق ہیں؟

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خلافت کا ایک عظیم الشان کام کیا بیان فرمایا؟

جواب آپؑ فرماتے ہیں کہ انبیاء جس راستبازی کو دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی اللہ تعالیٰ انہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقع دے دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔

سوال اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کیا وعدہ فرمایا تھا؟

جواب اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا کہ: میں تیرے ساتھ اور تیرے تمام پیاروں کے ساتھ ہوں۔

سوال حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے متعلق اخبار کرزن گزٹ نے کیا لکھا اور خلیفہ اوّل نے اس کا کیا جواب دیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے بارے میں اخبار کرزن گزٹ نے لکھا کہ اب مرزائیوں میں کیا رہ گیا ہے۔ ان کا سر کٹ چکا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے متعلق لکھا کہ ایک شخص جوان کا امام بنا ہے اس سے اَور تو کچھ نہیں ہوگا۔ ہاں یہ کہ وہ تمہیں مسجد میں قرآن سنایا کرے گا۔ ان کی یہ بات سن کر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے فرمایا کہ خدا کرے کہ یہی ہو کہ مَیں تمہیں قرآن ہی سنایا کروں۔

سوال حضرت خلیفہ اوّلؓ کے وصال کے بعد خدا تعالیٰ نے کس طرح خوف کی حالت کو امن کی حالت سے بدل دیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: انجمن کے جو عمائدین تھے انہیں خطرہ تھا کہ جماعت حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کو اگلا خلیفہ منتخب کر لے گی۔ اس لیے انہوں نے بہت کوشش کی کہ خلیفہ نہ ہو۔ بہر حال پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وصیت کے مطابق مومنین کی جماعت مسجد نور میں اکٹھی ہوئی اور یہ کم وبیش تقریباً دو ہزار یا زیادہ لوگ ہوں گے۔ سب نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کو اپنا خلیفہ منتخب کرلیا اور لوگ ایک دوسرے کے سروں پر سے پھلانگتے ہوئے بیعت کیلئے آگے بڑھ رہے تھے۔ دیکھنے والے لکھتے ہیں کہ لگتا تھا کہ فرشتے لوگوں کو پکڑ پکڑ کر اللہ تعالیٰ کے اس انتخاب کی بیعت میں لا رہے ہیں۔

سوال خلافت ثالثہ کے دور میں جماعت احمدیہ کی ترقی کے متعلق حضور انور نے کیا بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آپؒ کے دور میں افریقہ میں سکول اور ہسپتال جاری ہوئے، احمدیت کے افریقہ میں تعارف کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ دنیا میں جماعت کا تعارف بڑھنے لگا۔ خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا افریقہ کے بعض ممالک کا پہلا دورہ ہوا جس کے غیر معمولی اثرات نظر آنے لگے۔ کسی بھی خلیفہ کا افریقہ کے ممالک میں یہ پہلا دورہ تھا جو خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے کیا۔

سوال خلافت رابعہ کے دور میں جماعت احمدیہ کی ترقی کے متعلق حضور انور نے کیا فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: خلافتِ رابعہ میں ترقیات کا ایک نیا دور شروع ہوا اور سیٹلائٹ کے ذریعہ خلیفہ وقت اور احمدیت اور حقیقی اسلام کا پیغام احمدیوں کے گھروں کے ساتھ ساتھ غیروں کے گھروں میں اور ہر ملک میں پہنچنا شروع ہوگیا اور تبلیغ کے نئے رستے کھلے۔ کئی ملکوں میں احمدیت کے پودے لگے اور حقیقی اسلام کی تعلیم پھیلنی شروع ہوئی۔ قرآن کریم کی اشاعت پہلے سے بڑھ گئی۔ اس کے تراجم نئی نئی زبانوں میں شروع ہوئے۔

سوال خلافتِ خامسہ کے دور میں جماعت احمدیہ کی ترقی کس رنگ میں ہوئی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: خلافت خامسہ کے دور میں اللہ تعالیٰ کے بے شمار افضال جماعت پر ہوئے ہیں، اشاعتِ قرآن اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے تراجم کا کام مختلف زبانوں میں بہت بڑھ چکا ہے۔ ایم ٹی اے کے ذریعہ سے دنیا کے تمام ممالک میں اسلام کا حقیقی پیغام پہنچ رہا ہے۔ اس وقت دنیا میں ایم ٹی اے کے آٹھ مختلف چینل کام کر رہے ہیں۔ پس ہمیں کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ جو اپنے فضلوں کے نظارے دکھا رہا ہے اور خلافت کے انعام سے جو ہمیں نوازا ہوا ہے اس کا ہم نے ہمیشہ حق ادا کرنے والا بننا ہے تا کہ قیامت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ہم اس نعمت سے فائدہ اٹھاتے رہیں۔

......☆......☆......☆......

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ☆اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ فِتْنَةٌ وَفِتْنَةُ اُمَّتِيَ الْمَالُ کہ ہر امت کی ایک آزمائش ہوتی ہے اور میری امت کی آزمائش مال کے ذریعے ہوگی ☆ اَے لوگو! اگر تم میں استطاعت ہو کہ دنیا کے بندے نہ بنو تو ضرور ایسا کرو تم اِس وقت عمل کے گھر میں ہو اور ابھی حساب کا وقت نہیں آیا مگر کل تم آخرت کے گھر میں ہوگے اور وہاں کوئی عمل نہیں ہوگا

مال اور اولاد کو اگر صحیح طور پر استعمال کیا جائے
یعنی دین میں مال خرچ ہوں اور دین کی خدمت کیلئے اولاد لگا دی جائے تو پھر اللہ تعالیٰ ان کو بھی دوام بخش دیتا ہے

دُنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی تیاری کی ترغیب وتحریص کے متعلق قرآن وحدیث کے حوالہ سے حضور انور کا بصیرت افروز خطبہ جمعہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 7 ؍مئی 2004 بطرز سوال وجواب
بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال خطبہ جمعہ کے ابتداء میں حضور انور نے کونسی آیت کی تلاوت فرمائی؟

جواب خطبہ جمعہ کے ابتداء میں حضور انور نے آیت : اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا (سورۃ الکھف آیت نمبر 47:) کی تلاوت فرمائی۔

سوال ایک دنیادار کو اللہ کی عبادت اور اس کے شکر کی توفیق کیوں نہیں ملتی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک دنیادار آدمی مال و دولت، جائیدادیں، فیکٹریاں، بڑے بڑے فارمز جو ہزاروں ایکڑ پہ پھیلے ہوئے ہوں اور پھر اولاد جو اس کا ساتھ دینے والی ہو، نوکر چاکر ہوں یہ سب باتیں اس کے

دل میں بڑائی پیدا کر رہی ہوتی ہیں۔ اور اس کے نزدیک اگر یہ سب کچھ مل جائے تو یہی اس کا مقصود ہے جو اس نے حاصل کر لیا۔ اس وجہ سے ایک دنیادار آدمی اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی بھلا بیٹھتا ہے۔ اس کی عبادت کرنے کی طرف اس کی کوئی توجہ نہیں ہوتی۔ اپنے زعم میں وہ سمجھتا ہے یہ سب کچھ میں نے اپنے زور بازو سے حاصل کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا احساس دلانے کا کوئی خانہ اس کے دل میں نہیں ہوتا۔ حقوق العباد ادا کرنے کی طرف اس کی ذرا بھی توجہ نہیں ہوتی اور اپنے کام کرنے والوں، اپنے کارندوں، اپنے ملازمین کی خوشی، غمی، بیماری، میں کام آنے کا خیال بھی اس کے ذہن میں نہیں آتا۔ یہ سب اس لئے ہے کہ اس کے نزدیک اس زندگی کا سب مقصد دنیا ہی دنیا ہے اور ایک دنیادار کو شیطان اس دنیا کی خوبصورتی اور اس کی زینت اور زیادہ ابھار کر دکھاتا ہے۔

سوال مذکورہ بالا آیت کی تشریح میں حضور انور نے کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: یہ دنیا تو چند روزہ ہے، اس کے بعد انسان نے مر کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا ہے۔ اس لئے آخرت کے لئے دولت اکٹھی کرو بجائے اس دنیا میں دولت بنانے کے۔ فرمایا کہ اگر یہ سوچ پیدا کر لو گے تو یہی مال اور دولت اور بیٹے اور وسیع کاروبار تمہارے لئے ایک بہترین اثاثہ بن جائیں گے کیونکہ جو شخص اپنے مال و دولت کے ساتھ خدمت دین بھی کر رہا ہو اپنے ملک وقوم کی خدمت بھی کر رہا ہو، انسانیت کی خدمت بھی کر رہا ہو تو سمجھ لو کہ تم نے اپنے رب سے بہترین چیز حاصل کر لی اور ایسی چیزیں حاصل کر لیں جو مرنے کے بعد بھی تمہارے کام آئیں گی۔

سوال دین کی خاطر مال اور اولاد وقف کرنے سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟

جواب حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مال اور اولاد بے شک دنیا کی زینت ہیں لیکن اگر انہیں صحیح طور پر استعمال کیا جائے یعنی دین میں مال خرچ ہوں اور دین کی خدمت کے لئے اولاد لگا دی جائے تو پھر اللہ تعالیٰ ان کو بھی دوام بخش دیتا ہے۔ روپیہ خرچ ہو جاتا ہے لیکن اس کا نیک اثر باقی رہ جاتا ہے۔ اولاد مر جاتی ہے لیکن اس کا ذکر خیر باقی رہ جاتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کے ماں باپ کا ذکر خیر بھی زندہ رہتا ہے۔

سوال شیطان سے بچنے کا واحد حل حضور انور نے کیا بتایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اگر مومن اللہ کے حضور نہ جھکے، اس سے اس کا فضل نہ مانگے تو شیطان سے بچنے کے لئے کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ شیطان سے بچنے کا صرف یہی راستہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکو اور اس سے اس کا فضل مانگو اور یہ دعا کرتے رہو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قدم پر شیطان سے بچاتا رہے کیونکہ شیطان سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں نہ آئے تو پھر تو شیطان اپنے کامیاب حملے کرتا چلا جائے گا۔

سوال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے بارہ میں کس چیز کے متعلق سب سے زیادہ فکرمند تھے؟

جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی امت کے بارے میں جس چیز کا سب سے زیادہ اندیشہ کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ میری امت خواہشات کی پیروی کرنے لگ جائے گی اور دنیاوی توقعات کے لمبے چوڑے منصوبے بنانے میں لگ جائے گی۔

سوال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو کیا تنبیہ فرمائی؟

جواب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! یہ دنیا رخت سفر باندھ چکی ہے اور جا رہی ہے اور آخرت بھی آنے کے لئے تیاری پکڑ چکی ہے۔ اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے کچھ غلام اور بندے ہیں۔ پس اگر تم میں استطاعت ہو کہ دنیا کے بندے نہ بنو تو ضرور ایسا کرو۔ تم اس وقت عمل کے گھر میں ہو اور ابھی حساب کا وقت نہیں آیا مگر کل تم آخرت کے گھر میں ہو گے اور وہاں کوئی عمل نہیں ہوگا۔

سوال اپنی اُمت کی آزمائش کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟

جواب کعب بن ایاضؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ فِتْنَةً وَفِتْنَةُ اُمَّتِيْ اَلْمَالُ کہ ہر امت کی ایک آزمائش ہوتی ہے اور میری امت کی آزمائش مال کے ذریعے ہوگی۔

سوال مال سے بے رغبتی اور اللہ کی طرف جھکنے کے متعلق حضور انور نے کونسی حدیث بیان فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت سہلؓ بیان کرتے ہیں ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے ایسا کام بتائیے کہ جب میں اسے کروں تو اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت کرنے لگے اور باقی لوگ مجھے چاہنے لگیں۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا سے بے رغبت اور بے نیاز ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرنے لگے گا۔ جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس کی خواہش چھوڑ دو، لوگ تجھ سے محبت کرنے لگ جائیں گے۔

سوال دنیا سے بے رغبتی اور زہد کی رسول کریم ﷺ نے کیا وضاحت فرمائی؟

جواب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا سے بے رغبتی اور زہد یہ نہیں ہے کہ آدمی اپنے اوپر کسی حلال کو حرام کر لے اور اپنے مال کو برباد کر دے بلکہ زہد یہ ہے کہ تمہیں اپنے مال سے زیادہ خدا کے انعام اور بخشش پر اعتماد ہو اور جب تم پر کوئی مصیبت آئے تو اس کا جو اجر و ثواب ملنا ہے اس پر تمہاری نگاہ جم جائے اور تم مصائب کو ذریعہ ثواب سمجھو۔

سوال رسول کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کو کیسے شخص کی مجلس میں بیٹھنے کی نصیحت فرمائی؟

جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جسے دنیا سے بے رغبتی اور قلت کلام کی صفات عطا ہوئی ہوں تو اس کی مجلس کا قصد کرو یعنی اس میں بیٹھا کرو، اس سے فائدہ اٹھاؤ کیونکہ ایسا شخص حکمت کی باتیں کرنے والا ہوگا۔

سوال غریب رشتہ داروں کے متعلق حضور انور نے کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ہر شخص کو اپنی پہلی حالت کو بھول نہیں جانا چاہئے۔ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا چاہئے جن کو نیا نیا پیسہ آئے تو اپنے غریب رشتہ داروں کو بھلا بیٹھتے ہیں، ان کو کوئی سمجھتے ہی نہیں۔ اپنے گھر کے دروازے ان پر بند کر دیتے ہیں۔ ان سے نرمی سے بات کرنا بھی جرم سمجھتے ہیں۔ ہمیشہ کوشش یہ ہونی چاہئے کہ اپنے غریب رشتہ داروں کا بھی ہمیشہ خیال رکھا جائے، ان کی بھی عزت کی جائے ان کا احترام کیا جائے اور اگر وہ گھر میں آتے ہیں تو اکرام ضیف کے تمام تقاضے ان کے ساتھ بھی پورے کئے جائیں۔

......☆......☆......☆......

بقیہ اداریہ از صفحہ نمبر 2

کسی کو حوصلہ ہے کہ آرام سے آدمی بن کر مجھ سے آ کر بحث کر لے کہ بہشت کے بارے میں روحانی جزا کا بیان انجیل میں زیادہ ہے یا قرآن میں۔ اور اگر انجیل میں زیادہ نکلے تو مجھ سے نقد ہزار روپیہ لے لے جہاں چاہے جمع کرا لے۔ مجھے امید نہیں کہ کوئی میرے سامنے آوے۔ اللہ اللہ کیسی یہ قوم ظالم اور دغاباز ہے جنہوں نے دنیا کی زندگی کے لئے آخرت کو بھلا دیا ہے مگر ذرہ موت کا پیالہ پی لیں پھر دیکھیں گے کہ کہاں ہے یسوع اور اس کا کفارہ۔ ہائے افسوس ان لوگوں نے ایک عاجز انسان اور عاجزہ کے بیٹے کو خدا بنا دیا اور خدائے قدوس پر تمام نالائق باتیں روا رکھیں۔ دنیا میں ایک ہی آیا جو سچی اور کامل توحید کو لایا اس سے انہوں نے دشمنی کی۔

انجیل جسمانی جزا کے بیان سے بھرا پڑا ہے یسوع مسیح بھی مسلمانوں کی جنت میں داخل ہونے کی تمنا رکھتا ہے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

اور یہ بھی سراسر جھوٹ ہے کہ انجیل میں جسمانی جزا کی طرف کوئی اشارہ نہیں۔ دیکھو متی کیسی تفصیل سے یسوع کا قول جسمانی جزا کے بارے میں بیان کرتا ہے اور وہ یہ ہے : اور جس نے گھر یا بھائی یا بہن یا باپ یا جورو یا بال بچوں یا زمین کو میرے نام پر چھوڑا سو گنا پاوے گا۔ (۱۹ باب آیت ۲۹) دیکھو یہ کیسا صریح حکم ہے اس میں تو یہ بھی بشارت ہے کہ اگر عیسائی عورت یسوع کے لئے خاوند چھوڑے تو قیامت کو اسے سو خاوند ملیں گے۔ اور اگر جسمانی نعمتوں کا وعدہ کرنا خدا تعالیٰ کی شان کے مخالف ہوتا تو توریت☆ ...... میں ہرگز جسمانی نعمتوں کے وعدے نہ دیئے جاتے۔ کیا یسوع نے یہ نہیں کہا کہ میں بہشت میں شیرہ انگور پیوں گا۔ عجیب یسوع ہے جو مسلمانوں کی بہشت میں داخل ہونے کی تمنا رکھتا ہے جس میں جسمانی نعمتیں بھی ہیں۔ اور پھر عجیب تر یہ کہ جسمانی نعمتوں پر ہی گرا۔ دیدار الٰہی کا ذکر نہیں کیا۔ لعاذر سے پانی مانگنا بھی ذرہ یاد کرو جس بہشت میں پانی نہیں اس میں پانی کا ذکر مصداق اس مثل کا ہے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد۔ یہ سچ ہے کہ بہشت میں رہنے والے فرشتوں کی طرح ہو جائیں گے مگر یہ کہاں ثابت ہے کہ تبدیل خواص کر کے فی الحقیقت فرشتے ہی ہو جائیں گے اور انسانی خواص چھوڑ دیں گے۔ ہاں یہ درست ہے کہ بہشت میں دنیا کی طرح نکاح نہیں ہوتے مگر بہشتی طور پر جسمانی لذات تو ہوں گے جیسے یسوع کو بھی انکار نہیں تھا۔ شیرۂ انگور پینے کی امید کرتا گزر گیا۔ توریت سے ثابت ہے کہ جسمانی جزا بھی خدا کی عادت ہے تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ وہ غیر متبدل خدا قیامت کو اپنی عادتیں بدل ڈالے۔ (نُور القرآن نمبر 2، رُوحانی خزائن جلد 9 صفحہ 421 تا 426)

انسان کے روحانی قویٰ بغیر جسم کے جوڑ کے ہرگز ظہور پذیر نہیں ہوتے

ذیل میں ہم سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض ارشادات پیش کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں صرف رُوح نہیں ہوگی بلکہ جسم بھی ضروری ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں :

قرآن سے زندہ ہو جانا ثابت ہے لہٰذا یہ ماننا پڑتا ہے کہ کسی اور جسم کے ذریعہ سے جس کو ہم نہیں دیکھتے انسان کو زندہ کیا جاتا ہے اور غالباً وہ جسم اسی جسم کے لطائف جوہر سے بنتا ہے تب جسم ملنے کے بعد انسانی قویٰ بحال ہوتے ہیں اور یہ دوسرا جسم چونکہ پہلے جسم کی نسبت نہایت لطیف ہوتا ہے اس لئے اس پر مکاشفات کا دروازہ نہایت وسیع طور پر کھلتا ہے اور معاد کی تمام حقیقتیں جیسی کہ وہ ہیں كَمَا هِيَ ہی نظر آ جاتی ہیں۔ تب خطا کرنے والوں کو علاوہ جسمانی عذاب کے ایک حسرت کا عذاب بھی ہوتا ہے۔ غرض یہ اصول متفق علیہ اسلام میں ہے کہ قبر کا عذاب یا آرام بھی جسم کے ذریعہ سے ہی ہوتا ہے اور اسی بات کو دلائل عقلیہ بھی چاہتے ہیں کیونکہ متواتر تجربہ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ انسان کے روحانی قویٰ بغیر جسم کے جوڑ کے ہرگز ظہور پذیر نہیں ہوتے۔ عیسائی اس بات کے تو قائل ہیں کہ قبر کا عذاب جسم کے ذریعہ سے ہوتا ہے مگر بہشتی آرام کے لئے جسم کو شریک نہیں کرتے۔ سو یہ سراسر ان کی غلطی ہے اور وہ غلط اور ناقص تعلیم جو انجیل کی طرف منسوب کی جاتی ہے وہی ان فاسد خیالات کی موجب ہوئی ہے۔ (کتاب البریّہ رُوحانی خزائن جلد 13 صفحہ 71)

معراج کی رات آنحضرت ﷺ نے انبیاء کی صرف روحیں نہیں دیکھیں، جسم بھی دیکھے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

جنت میں داخل ہونے کے لئے جسم ضروری ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ وہ جسم عنصری ہو بلکہ ایسا جسم چاہئے کہ جو عنصری نہ ہو کیونکہ جنت کے پھل وغیرہ بھی عنصری نہیں بلکہ وہ خلق جدید ہے اس لئے جسم بھی خلق جدید ہوگا جو پہلے جسم کے مغائر ہوگا مگر مومنوں کیلئے مرنیکے بعد جسم کا ملنا ضروری ہے اور اس پر نہ صرف جنتی کا لفظ دلالت کرتا ہے بلکہ معراج کی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کی صرف روحیں نہیں دیکھیں بلکہ سب کے جسم دیکھے اور حضرت عیسیٰ کا جسم ان سے الگ طور کا نہ تھا۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم رُوحانی خزائن جلد 21 صفحہ 387 حاشیہ)

آئندہ انشاء اللہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اَور انعامی چیلنج ہم قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے۔ (منصور احمد مسرور)

......☆......☆......☆......

☆ اس جگہ توریت سے متعدد حوالے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جسمانی جزا کے بیان کئے ہیں۔

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadrqadian.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly **BADAR** Qadian

Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA Qadian - 143516

Postal Reg. No. GDP/001/2019-22 Vol. 70 Thursday 12 - August - 2021 Issue. 32

MANAGER
SHAIKH MUJAHID AHMAD
Mobile : +91 99153 79255
e-mail: managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.800/- (Per Issue : Rs.16/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

✿ تینوں دن پروگراموں کوسنیں اور دُعاؤں میں گزاریں ✿ ہرتقریر پورے اخلاص اورتوجہ سے سننی چاہیئے ✿ ان دنوں میں خاص طور پر ذکر الٰہی میں زور دیں

اللہ کرے کہ ہم میں سے ہر ایک جو اس جلسہ میں شامل ہو رہا ہے یا سن رہا ہے اپنے اندر خالص اخلاص و وفا پیدا کرنے والا بن جائے

جلسہ سالانہ برطانیہ منعقدہ 6 تا 8/اگست کے حوالہ سے شاملین جلسہ، میزبانوں اور مہمانوں کو زرّیں نصائح پر مشتمل
سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بصیرت افروز خطبہ جمعہ

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 6/اگست 2021ء بمقام حدیقۃ المہدی (جلسہ گاہ) آلٹن، برطانیہ

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: آج انشاء اللہ جلسہ سالانہ برطانیہ شروع ہو رہا ہے۔ سب سے پہلے تو میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ان دنوں میں جلسہ کے ہر لحاظ سے بابرکت انعقاد کیلئے بہت دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ ان دنوں میں خالص دینی ماحول بھی رکھے اور شاملین کے دلوں کو نیکی اور تقویٰ میں زیادہ کرے۔ گو آجکل جو وبا پھیلی ہوئی ہے اس کی وجہ سے یہاں شامل ہونے والوں کی تعداد بہت محدود ہے لیکن گھروں میں اور جماعتی انتظام کے تحت جلسہ سنا جائے گا۔ بہرحال جو بھی اس طرح جلسہ میں شامل ہو رہے ہیں وہ اس سوچ کے ساتھ جلسہ میں شامل ہوں کہ گویا کہ وہ جلسہ گاہ میں ہی ہیں اور تینوں دن پروگراموں کو سنیں اور دعاؤں میں گزاریں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جلد حالات بہتر کرے اور پھر جلسہ اپنی پہلی شان کے ساتھ منعقد ہو سکے۔

حضور انور نے فرمایا: آج مَیں میزبانوں اور مہمانوں دونوں کیلئے کچھ باتیں کہوں گا۔ پہلی بات تو میزبانوں کو یہ کہنی چاہتا ہوں کہ حالات کی وجہ سے مہمان نوازی میں کوئی کمی نہیں ہونی چاہئے۔ اس لحاظ سے ریلیکس نہ ہو جائیں کہ مہمانوں کی تعداد کم ہے۔ اگر کہیں کوئی کمی رہ جائے تو جو قریب کے مہمان ہوتے ہیں ان کو زیادہ شکوہ پیدا ہو جاتا ہے اس لئے بڑی احتیاط سے اور توجہ سے ہر ایک کی مہمان نوازی کریں۔ جلسہ کا انتظام چونکہ مختصر ہے بعض دفعہ ضرورت سے زیادہ اعتماد کہ یہ تھوڑی سی تعداد میں جلسہ ہو رہا ہے اسے تو ہم سنبھال ہی لیں گے بعض امور میں لاپرواہی کی وجہ سے پھر کمی رہ جاتی ہے اور خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ہر ڈیوٹی دینے والے کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ مہمان کم ہیں یا زیادہ جلسہ پر آنے والے مہمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمان ہیں اور ان کی ہمیں حتی الوسع پوری خدمت کرنی چاہئے۔ مہمان نوازی ایک ایسا خلق ہے جو انبیاء اور ان کی جماعتوں کا ایک خاص وصف ہے۔ پس دینی جماعت ہونے کے لحاظ سے ہمارا یہ فرض ہے کہ ہمارے اندر مہمان نوازی کی صفت ایک خاص رنگ رکھتی ہو اور یہ وصف نمایاں ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں بھی جب زیادہ مہمان آنے شروع ہو گئے تو آپ صحابہ میں مہمان بانٹ دیا کرتے تھے اور صحابہ بڑی خوشی سے مہمانوں کو اپنے ساتھ لے جاتے تھے اور جب صبح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مہمانوں سے صحابہ کی مہمان نوازی کے بارے میں پوچھتے تھے تو ہر ایک کا یہی جواب ہوتا تھا کہ ہم نے ایسی خدمت کرنے والے میزبان نہیں دیکھے جنہوں نے اپنا حق ادا کر دیا۔ پس یہ اسوہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تربیت کی وجہ سے صحابہ نے ہمارے سامنے اور ہمارے لئے قائم فرمایا اور اس زمانے میں جب ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا ہے تو آپ علیہ السلام نے بھی ہمیں اس نمونے پر چلنے کی تلقین فرمائی جس کے نمونے صحابہ نے قائم فرمائے تھے۔

ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے افراد کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے اصول کے موافق اگر کوئی مہمان آوے اور سب وشتم تک بھی نوبت پہنچ جاوے تو تب بھی اسے گوارا کرو۔ حضور انور نے فرمایا: اپنے ہوں یا غیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہمان نوازی کے ہمیں غیر معمولی نمونے ملتے ہیں۔ اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی وہ اعلیٰ اخلاق قائم فرمانے تھے جس سے اسلام کی خوبصورت تصویر ہمارے سامنے آئے اور وہ ہم دنیا کو پیش کر سکیں۔

ایک مرتبہ بستروں کی کمی ہو گئی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا بستر بھی مہمانوں کو دے دیا بلکہ گھر کے سارے بستر دے دیئے اور خود ساری رات بغیر بستر کے تکلیف میں گزاری لیکن کسی کو احساس نہیں ہونے دیا کہ مجھے یہ تکلیف ہے۔ یہ ہے مہمان نوازی کیلئے اصل قربانی۔ بعض دفعہ بعض لوگ قربانی کر دیتے ہیں لیکن یہ جتا بھی دیتے ہیں کہ مجھے اس قربانی کی وجہ سے کتنی تکلیف ہوئی۔

حضور انور نے فرمایا: کارکن جب بعض پابندیوں کی طرف مہمانوں کو توجہ دلائیں گے تو ہو سکتا ہے بعض مہمان برا بھی مان جائیں۔ جیسے ماسک پہن کے رکھنا ہے، فاصلہ دے کے رکھنا ہے عام طور پر لوگ اس کی پابندی نہیں کرتے لیکن سب باتیں سن کر بھی اگر کوئی سختی سے پیش آتا ہے اور ان باتوں کی طرف توجہ نہیں دیتا تو لوگوں کی باتیں سن کر بھی پیار سے ہی اپنی بات مہمانوں کو سمجھائیں۔

حضور پُرنور ایدہ اللہ تعالیٰ نے میزبانوں کو نصیحت کرنے کے بعد مہمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: دونوں طرف سے تعاون ہونا چاہئے۔ مہمان صرف میزبانوں سے امید نہ رکھیں کہ یہی ہماری خدمت پر مامور ہیں اور ہر بات سنیں بلکہ مہمانوں کو بھی جو قاعدہ قانون بنایا گیا ہے اس کی پابندی کرنی چاہئے تبھی کام صحیح رنگ میں اور روانی سے ہو سکتا ہے۔ مہمان یاد رکھیں کہ اسلام نے مہمانوں کو بھی اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ بحیثیت مہمان تمہاری بھی کچھ ذمہ داری ہے۔ اسلام نے واضح بتایا کہ تم مہمان بن کر جب کسی کے پاس جاؤ تو میزبان کی مصروفیات کا بھی خیال رکھو اور اس کے بلانے پر جاؤ یا بتا کر جاؤ۔ اگر بغیر بتائے جاتے ہو اور گھر والا گھر کے اندر آنے سے منع کر دے تو بغیر کسی شکوے کے واپس آ جاؤ۔ جلسے کے مہمانوں پر عموماً یہ بات لاگو نہیں ہوتی لیکن اس سال جیسا کہ میں نے کہا خاص حالات کی وجہ سے ایک عمر کی حد بھی رکھی گئی ہے کہ اس عمر سے اس عمر تک کے لوگ آئیں گے اور پھر بعض دوسری شرائط بھی ہیں جو صحت سے متعلق ہیں ان کو سامنے رکھتے ہوئے یہ اصول بنایا گیا ہے اور اس لحاظ سے جماعتوں کو کہا گیا ہے کہ منتخب کر کے افراد کو بھیجیں اور ان لوگوں کو بھیجیں جو شرائط پوری کرتے ہیں۔ بعض لوگ شرائط پوری نہیں کرتے لیکن زور یہ ہے کہ ہمیں ضرور جلسہ میں شامل کیا جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایک مؤمن کیلئے یہ اصولی ہدایت فرما دی ہے اور بنیادی اخلاق کی رہنمائی کر دی اور حکم دے دیا کہ گھر والوں کی اجازت کے بغیر کسی کے گھر نہ جاؤ اور اگر کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو بغیر کسی شکوے کے واپس چلے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِنۡ قِیۡلَ لَکُمُ ارۡجِعُوۡا فَارۡجِعُوۡا ہُوَ اَزۡکٰی لَکُمۡ۔ اور اگر تمہیں کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو تم واپس چلے جاؤ۔ تمہارے لئے یہ بات زیادہ پاکیزگی والی ہے۔ جلسہ پر آنا اور اس میں شامل ہونے کا ایک بہت بڑا مقصد تو اپنی اصلاح اور اپنے نفس کو پاک کرنا ہے۔ زبردستی شامل ہونے کی بجائے جو طریق مقرر کر دیا گیا ہے اس کی پابندی کرنا زیادہ پاکیزگی والی بات ہے۔

یہ جلسہ جن حالات میں ہو رہا ہے یہ خاص حالات ہیں اس میں مجبوراً مہمانوں کو شمولیت سے انکار کیا جا رہا ہے اس لئے بغیر کسی شکوے کے اس پر عمل کر لیا جائے لیکن ساتھ ہی میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ جن کو دعوت نامہ اور اجازت نامے ملے ہیں سوائے اشد مجبوری کے ضرور جلسہ میں شامل ہوں ورنہ ان کے نہ شامل ہونے سے ان لوگوں کی حق تلفی ہوگی جن کو اجازت نامے نہیں دیئے گئے۔

حضور انور نے فرمایا: بعض انتظامی باتیں بھی کردوں کہ کھانے کی مارکی میں انتظامیہ نے کھانے لیتے ہوئے اور کھانا کھاتے ہوئے جو فاصلہ رکھنے کی طرف توجہ دلانے کا انتظام کیا ہوا ہے اسکی پابندی کریں۔ کھانا کھاتے ہوئے تو مجبوری ہے کہ ماسک اتارنا پڑتا ہے لیکن کھانا لیتے وقت جب لائن میں ہوں تو ماسک پہن کر رکھیں۔ اسی طرح ڈیوٹی والے کارکنان بھی اس بات کو لازمی بنائیں کہ ماسک پہن کر ہر وقت رکھنا ہے اور کارکنوں نے اگر ماسک پہننے میں کوئی ڈھیل دکھائی تو پھر مہمان بھی عمل نہیں کریں گے۔ اپنے آپ کو بچانے کیلئے بھی اور دوسروں کو بچانے کیلئے بھی ناک اور منہ دونوں ڈھانکنے ضروری ہیں۔

چیکنگ کے متعدد مراحل کا ذکر کرتے ہوئے حضور انور نے میزبانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ایسا اظہار نہ کریں کہ یہ اتنی چیکنگ آپ کو بُری لگی ہے۔ یہ سب احتیاطیں شامل ہونے والوں کے مفاد کیلئے کی جا رہی ہیں۔ نیز فرمایا سکیورٹی کے لحاظ سے ریلیکس نہ ہو جائیں۔ اس بارے میں ڈیوٹی کے کارکنان کو بھی اور شامل ہونے والوں کو بھی مکمل طور پر محتاط رہنا چاہئے۔

حضور انور نے فرمایا: جلسہ سنیں اور ادھر ادھر بیٹھ کر عزیزوں سے یا دوستوں سے باتوں میں مصروف نہ ہو جائیں۔ جلسہ پر آئے ہیں تو اس سے بھرپور استفادہ کریں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جلسہ کے ایام میں ذکر الٰہی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ اس کا فائدہ خدا تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اُذۡکُرُوا اللّٰہَ یَذۡکُرۡکُمۡ کہ اگر تم ذکر الٰہی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارا ذکر کرنا شروع کر دے گا۔ اب اس بندے جیسا خوش قسمت کون ہو سکتا ہے جس کو اس کا اللہ اس کا آقا یاد رکھے۔ پس ان دنوں میں ذکر الٰہی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو مزید کھینچنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس لئے ان دنوں میں خاص طور پر ذکر الٰہی پر زور دیں اور دنیا میں پھیلے ہوئے احمدی جو جلسہ سن رہے ہیں وہ بھی ذکر الٰہی پر توجہ دیں تا کہ زیادہ سے زیادہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو کھینچنے والے ہوں۔ اپنی روحانی حالت کو بہتر کرنے والے ہوں اور دنیا کی آفات سے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتے ہوئے بچنے والے ہوں۔

خطبہ جمعہ کے آخر پر حضور انور نے فرمایا: ہر تقریر کو سنیں یہ نہ دیکھیں کہ یہ مقرر اچھا ہے اس کی تقریر سننی ہے اور اُس کی نہیں سننی ہر تقریر سننی چاہئے اور پورے اخلاص اور توجہ سے سننی چاہئے اور یہ اخلاص تبھی حاصل ہوگا جب اللہ تعالیٰ کی رضا کی تڑپ ہو۔ اور جب یہ تڑپ ہوگی تو یہی وہ حالت ہے جب ہماری حالتیں سنور سکتی ہیں۔ ہماری نسلوں کو بھی سنوار سکتی ہیں اور ان کو صحیح رستوں پر ڈال سکتی ہیں۔ اس کیلئے ہمیں کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم میں سے ہر ایک جو اس جلسہ میں شامل ہو رہا ہے یا سن رہا ہے اپنے اندر خالص اخلاص و وفا پیدا کرنے والا بن جائے۔

......☆......☆......

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad